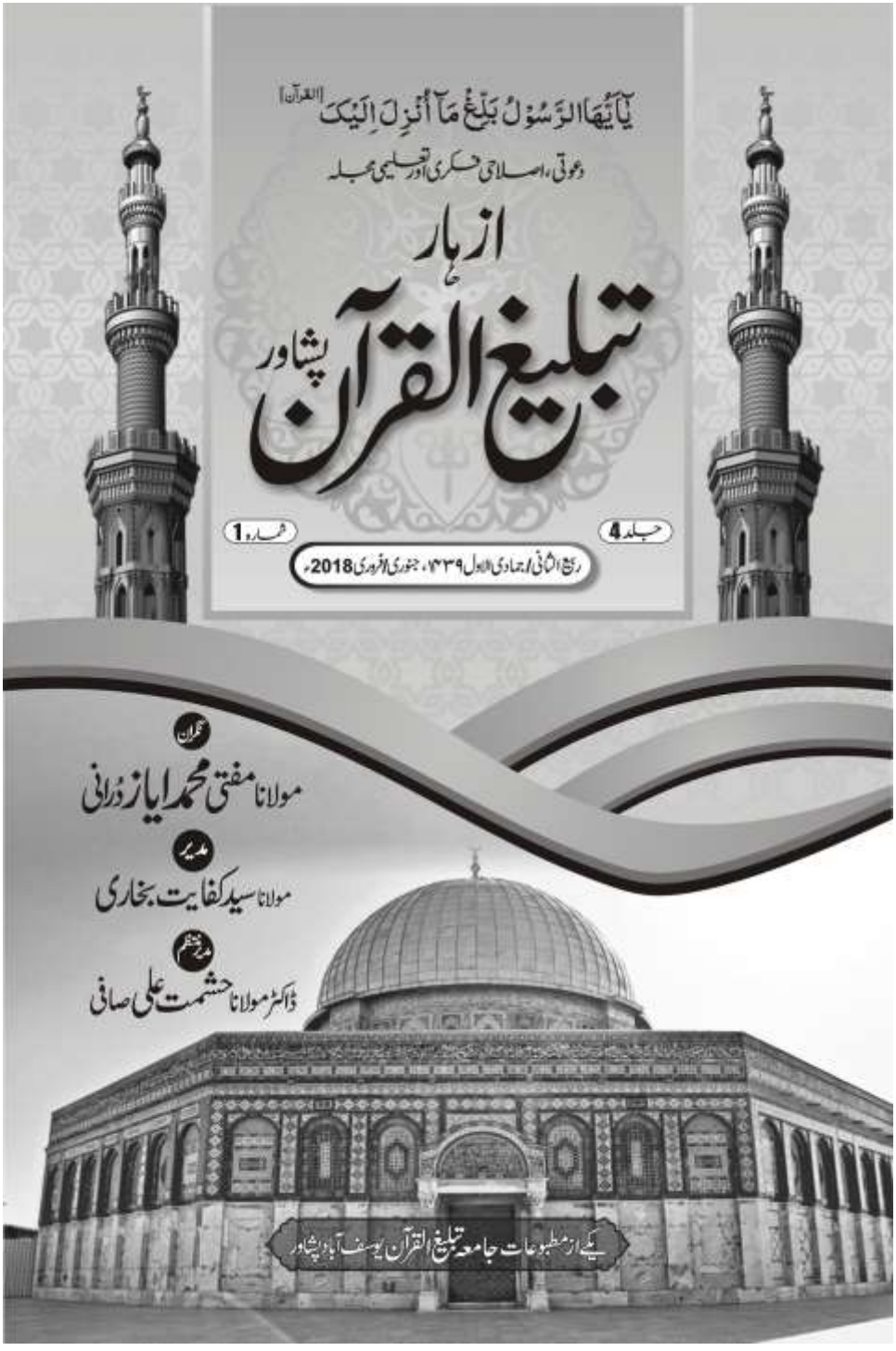
يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ [القرآن]
دعوتی، اصلاحی فکری اور تعلیمی مجلہ
ازہار
تبلیغ القرآن پشاور
جلد 4
شمارہ 1
ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۳۹ھ، جنوری / فروری 2018ء
نگران
مولانا مفتی محمد ایاز درانی
مدیر
مولانا سید کفایت بخاری
مدیر معظم
ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی
یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

تعلیم القرآن
ضیاء البیان فی تفسیر القرآن ..... عطاء اللہ بندیالوی 3

تعلیم الحدیث
اتباع رسول ﷺ ..... ادارہ 7

ندائے حق
القدس کا المیہ اور فیض آباد دھرنے کا گریہ ..... مدیر 9

اصلاح عقائد واعمال
توحید کی دعوت، انبیاؑ کا مشن ..... مجیبؒ فاروق 12

دعوت وتحریک
رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی کامیابی ..... مولانا صفی الرحمٰن 22

نجوم ہدایت
ابوذرؓ غفاریؓ ..... عبداللہ فارانی 25

تعمیر فکر وکردار
پختہ مکان ..... خالد رحمٰن 28

رویے
مثبت یا منفی رویہ ..... انجینئر عادل شاہ 30

آداب
لباس کے آداب ..... حافظ احتشام الحق 32

مقالات ومضامین
الہامی دعاء ..... ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف 35

گوشہ خواتین
آزادی یا قید ..... انور غازی 38

تعلیم وتربیت
جامعہ کاروحانی نظام ..... مولانا لقمان احمد 44

معاشرت
"اسلامی معاشرہ" تعارف اور اہمیت ..... اسماعیل شاہ 47

اخبار واحوال
جامعہ وملحقہ اداروں اور شعبہ جات کی معمولات وسرگرمیاں ..... مولانا عابد علی 53

قیمت فی شمارہ 30 روپے زر سالانہ ——— 160 روپے
سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر
بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8
بینک کوڈ: 0864
الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔
برائے رابطہ:
فون: 300 45 22-91-92+، موبائل: 151 93 93 333(0)92+

مجلس ادارت
پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

مجلس مشاورت
مفتی ضیاء الحق
جناب یوسف ظفر
مفتی محمد حسین
ابوثاقب شکیل احمد

خط وکتابت کا پتہ
مجلّہ "تبلیغ القرآن"
جامعہ تبلیغ القرآن
یوسف آباد ولہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔
ای میل
mujalla.jamiatq@gmail.com
ویب سائٹ
www.tableeghulquran.com
پبلشر:۔ ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی
پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز
ترسیل انچارج
قاری احتشام الحق
0333-9393151

تعلیم القرآن

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

﴿سورۃ البقرہ (۱۷۳-۱۷۷)﴾

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَي النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ:

- بے شک اس نے تو تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو حرام کیا ہے البتہ جو بھوک سے بے قرار ہو جائے نہ حکم عدولی کرے اور نہ حد سے بڑھے اس پر (ان چیزوں کے کھانے میں) کوئی گناہ نہیں ہے (کیونکہ) اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۷۳)
- بیشک جو لوگ ان مسائل کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں اتارے ہیں اور وہ اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچ دیتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اللہ قیامت کے دن ان سے

کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(۱۷۴)

- اس لیے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی اور بخشش کی جگہ عذاب کو پسند کر لیا وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔(۱۷۵)
- (یہ عذاب اسلئے ہو گا) کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ دشمنی اور ضد میں بہت دور نکل گئے۔(۱۷۶)
- (تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے والو) نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو بلکہ بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور (اللہ کی نازل کی ہوئی) کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتے داروں، یتیموں مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دے اور غلاموں کی آزادی کے بدلے خرچ کرے نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور (نیک وہ لوگ ہیں) جو اپنے اقرار کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ کوئی اقرار کریں اور تنگی و تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صابر و ثابت قدم رہنے والے یہی سچے لوگ ہیں (دعوی ایمان و عمل میں) اور یہی پرہیز گار ہیں۔(۱۷۷)

تفسیر و تشریح:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ:

مردار، دم مسفوح اور خنزیر کی حرمت کے ساتھ ہر اس چیز کی حرمت کا تذکرہ فرمایا جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر مشہور کر دی جائے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد صرف وہ جانور ہے جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے یہ خیال سو فیصد غلط اور قرآن کی منشا کے خلاف ہے کیونکہ یہاں نہ جانور کا ذکر ہے اور نہ ذبح کا بلکہ "ما اھل" میں جو "ما" کا لفظ ہے اس میں عموم کا معنی پایا جاتا ہے اسلیے معنی ہو گا کہ ہر وہ چیز (جانور، دودھ، نقدی، دیگ، کپڑے وغیرہ) جو کسی بزرگ یا دیوی کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان

کے نام سے منسوب اور مشہور کر دی جائے، جیسے امام جعفرؒ کے کونڈے، بی بی زینب کی صحنک، بزرگ کے نام کا بکرا وغیرہ یہ سب چیزیں۔ "**ما اھل**" میں شامل ہوں گی اور اگر غیر اللہ کے نام پر نامزد جانور ہے تو ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر سے بھی حلال نہ ہو گا بلکہ حرام ہی رہے گا کیونکہ بسم اللہ مزّ کی ہے محلّل نہیں ہے یعنی جو جانور پہلے حلال ہو اسے پاک کر دیتی ہے حرام جانور کو حلال نہیں کرتی۔

فَمَنِ اضْطُرَّ:

یہ اضطراری حالت کا بیان ہے۔ بھوک کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہے اور حرام کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں "**غیر باغ**" حلال سمجھ کر نہ کھائے "**ولا عاد**" پیٹ بھر کر نہ کھائے بقدر ضرورت کھائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ:

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کی حرمت کا مسئلہ بیان کرنا آسان نہیں ہے، علماء اہل کتاب خود غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کھاتے تھے انہوں نے عوام کو کیونکر منع کرنا تھا یہ ان علماء کے لیے شدید ترین وعید ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں جو علماء اور گدی نشین نذر و نیاز کے بارے میں لوگوں کی واضح طور پر رہنمائی نہیں کرتے اور حق بات کو چھپاتے ہیں ان کے لیے بھی یہی وعید ہے، یہ جو فرمایا کہ اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا اس سے مراد رحمت و شفقت کے طور پر کلام کرنا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ:

یعنی یہ عذاب اس لیے دیا جائے گا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ نے ان پر اظہار حق کے لیے کتاب نازل فرمائی تھی جسمیں شرک کی واضح تردید موجود تھی مگر انہوں نے ضد و عناد کی بنا پر اختلاف ڈالا۔

لَیْسَ الْبِرَّ:

رسالت کی بحث کے اختتام پر تحویل قبلہ کے متعلق دوبارہ اہل کتاب کے خیال کی تردید فرمائی۔ دراصل یہود تحویل قبلہ کے مسئلہ کو بڑی شد و مد سے بیان کرتے، مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، نبی اکرم ﷺ سے لوگوں کو تحویل قبلہ کے بہانے متنفر کرتے، یہود کہتے اصلی اور پہلا قبلہ بیت المقدس

ہے اس نبیؐ نے اصل قبلہ چھوڑ کر بیت اللہ کو قبلہ بنالیا ہے اس آیت میں یہود کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا رد فرمایا کہ حقیقی اور اصل نیکی اور تمام تر کمال یہ نہیں ہے کہ عبادت کرتے ہوئے کس جانب رخ کرنا ہے بلکہ اصل نیکی اس شخص کی ہے جو شرک سے پاک ایمان لایا اور اعمال صالحہ کی دولت سے مالامال ہوا جس نے ایسے اعمال بھی کیے جن کا بدن سے تعلق ہے جیسے: نماز اور ایسے اعمال بھی جن کا مال سے تعلق ہے اور پھر نماز وزکوٰۃ اور خیرات کے ساتھ ساتھ اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا اور جانی اور مالی تکالیف برداشت کیں۔

فرمودۂ اقبالؒ

خودی کا سرِّ نہاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ، فساں لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

کیا ہے تو نے متاعِ غُرور کا سودا
فریبِ سُود وزیاں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

یہ مال ودولتِ دنیا، یہ رشتہ وپیوند
بُتانِ وہم وگماں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گُل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کر خزاں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

تعلیم الحدیث

اتباعِ رسول

ادارہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍوقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔(مشکوۃ، شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس دین و شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔

تشریح: حدیث میں رسولؐ کا خطاب مسلمانوں سے ہے۔ الفاظ کا مقصود مسلمانوں سے ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ تنبیہ اور تذکیر ہے کہ تمہارا ایمان اسی وقت معتبر ہو گا۔ اور تم اسی وقت مسلمان کہلانے کی مستحق ہو گے۔ جب تمہاری ساری خواہشات اس شریعت کے تابع ہو جائیں۔ شریعت تمہارا ذوق اور مزاج بن جائے۔ اور تم وہی چاہو جو شریعت چاہتی ہے۔ شریعت کے سانچے میں زندگی کو ڈھالنے کی مسلسل کوشش ہی ایمان کو معتبر بناتی ہے۔ یہی کوشش اور طلب ایمان کی علامت بھی ہے کسوٹی بھی ہے اور اطمینان کی سند بھی، شریعت کی اتباع سے آزادی کے ساتھ ایمان کا دعویٰ محض فریب نفس ہے۔ ایسے کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر اتباعِ رسول سے یہ آزادی اور نافرمانی، غفلت، لاپروائی اور بھول چوک کی وجہ سے ہے تب بھی باعث تشویش ہے لیکن خدانخواستہ اگر یہ سرتابی اور خودسری دانستہ ہے۔ اس میں تسلسل اور اصرار ہے اور اپنی اس روش پر اطمینان بھی تو یہ تشویشناک ہی نہیں قطعی طور پر انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہے۔ ایسی سرکشی اور نافرمانی کو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واشگاف انداز میں انکار سے تعبیر کیا ہے۔ ایسے خود سروں کے ایمان ہی کو آپؐ نے تسلیم نہیں فرمایا ہے اور ایسے بدنصیبوں کو جنت سے محروم قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان کے جو میرا انکار کریں۔
لوگوں نے کہا انکار کون کرتا ہے، فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے میرا انکار کیا۔ (بخاری)
رسول ﷺ پر ایمان کی صداقت کا ثبوت اور اس کا اولین واضح تقاضا یہی ہے کہ آدمی زندگی میں آپ کی مخلصانہ اطاعت اور والہانہ پیروی کرے۔ اور دانستہ پیہم نافرمانی تو یقیناً آدمی کو انکار رسالت تک پہنچانے والی خطرناک روش ہے اللہ کی پناہ!
مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی
جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا، یہ الفاظ اس شخص کا دل دہلا دینے کے لیے کافی ہیں جس کو اپنا ایمان عزیز ہو۔

دعا ایک ذریعہ

دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں اور بغیر کسی رکاوٹ کے عرش تک پہنچ جاتی ہیں بشرط کہ دعا، دل سے کی جائے، نہ کہ پڑھی جائے۔ دعا دراصل اللہ سے رابطے کا ذریعے ہے، ایسا رابطہ جس کے ذریعہ انسان اپنے خالق حقیقی کے ساتھ اپنی تمام ضروریات، حاجات کا تہہ دل سے ذکر کرتا ہے اور رب العزت ہی کو مشکل کشا اور داتا سمجھتا ہے۔

بے شک اللہ ہی رحمٰن ورحیم ہے، خالق ومالک ہے، سمیع وعلیم ہے، ودود ومجید ہے، احد وصمد ہے۔ غرض صفاتِ باری تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے۔ بہر حال وہ تو اپنے بندے کی ہر ضرورت حاجت کو جانتا ہے اور بغیر مانگے ہی اتنا عطاء کرتا ہے کہ اس کی رحمتوں کا شمار ممکن ہی نہیں۔ دعا دراصل اللہ کی محبت پانے کا، اسے راضی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ندائے حق

القدس کا المیہ اور فیض آباد دھرنے کا گریہ

مدیر

جب تک دنیا پر مسلمانوں کا سیاسی اور تہذیبی غلبہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اہل عالم سکون کی زندگی جیتے اور سکھ کی نیند سوتے تھے، قاضیٔ شہر کے ایک فیصلے پر فاتح مسلم لشکر نے مفتوحہ شہر خالی کر دیے اور قاضی کے ایک اعلان سے بادشاہ وقت نے جنگی ٹیکس واپس لے لیا۔ سلطان وقت کے ایک عام شہری کی درخواست پر عدالت میں عام آدمی کی طرح پیش ہونے کے کئی واقعات ہماری درخشاں تاریخ کا حصہ ہیں۔

مگر جب سے یورپ اور امریکہ کو غلبہ حاصل ہوا ہے، دنیا کو سرزمین بے آئین بنا دیا گیا اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول کو اپنا لیا گیا ہے، قوموں کو غلام بنانا، ان کے ملکوں کو لوٹنا اور بے شمار شہریوں کو اغوا کر کے غلاموں کی طرح بیچ دینا یورپی تہذیب کا ماضی ہے۔

امریکہ بھی اسی یورپی تہذیب کا نیا ایڈیشن ہے جو یورپ سے امریکہ لائے گئے جرائم پیشہ عادی مجرموں کی تاریخ کا وارث ہے۔ ان لوگوں نے امریکہ کی مقامی آدمی کو بے دریغ قتل کیا اور ظلم و درندگی کی گرم بازاری پر اپنی حکومت و تہذیب کی بنیاد رکھی۔ امریکہ آج تک اپنے آباء واجداد کی اسی تاریخ کو سینے سے لگائے ساری دنیا کو جہنم بنانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ ٹرمپ کی صدارت بھی امریکہ کی انہی روایات میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

شہر القدس اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق فلسطین کا حصہ ہے اور اسرائیل کا اس پر قبضہ سلامتی کونسل کے مطابق غیر قانونی اور غاصبانہ ہے۔ یہ مسلم ممالک کی سیاسی قیادت کی نااہلی اور بے حسی ہے کہ وہ سلامتی کونسل کی ان قراردادوں سے فائدہ اٹھا کر اہل فلسطین کے دکھوں کا مرہم نہ بن سکے۔

1995ء میں امریکی کانگریس نے اسرائیل میں اپنا سفارتخانہ تل ابیب سے شہر القدس منتقل کرنے کا ایکٹ منظور کیا، تو مسلم دنیا کے احتجاج کے نتیجے پر اس میں عمل درآمد روک دیا گیا۔ تاہم امریکی صدر کو ہر چھ ماہ بعد یہ سرٹیفکیٹ دینے کا پابند کر دیا گیا کہ ابھی اس ایکٹ پر عمل درآمد قومی مفادات کے لئے مناسب

نہیں۔اور 1995ء سے امریکی صدر یہ سرٹیفیکیٹ کانگریس میں دیتا رہا ہے مگر ہماری سیاسی قیادت اس بلا کو وقتی طور پر ٹل جانے سے بے فکر اور غافل ہو گئی تا آنکہ ٹرمپ کا دورِ وحشت آگیا۔

اس نے اپنا سفارتخانہ شہر القدس منتقل کرنے کا وعدہ اپنی انتخابی مہم کا حصہ بنایا تھا اور اب اس نے اپنے انتخابی وعدے پر عمل درآمد کا اعلان کیا ہے۔ لیکن مسلم سیاسی قیادت مصیبت سر پر آپہنچنے کا انتظار کرتی رہی اور ٹرمپ حکومت سے اس موضوع پر کوئی رابطہ نہیں کیا۔

اب جب ٹرمپ نے اپنے خبث باطن کا اظہار کر دیا ہے اور اسرائیل نہتے فلسطینوں پر گن شپ، ہیلی کاپٹروں سے شیلنگ کر رہا ہے تو ہمارے حکمران مذمت اور احتجاج کے بیانات داغ کر گویا اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ اور اسرائیل ان کے بیانات سے ڈر کر اپنے ارادوں سے باز آجائیں گے ؟ کیا واقعی مسلم ممالک کے حکمران بیانات کے علاوہ کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں؟ سعودیہ کے زیر قیادت بیالیس ملکی فوجی اتحاد کیا کر رہا ہے؟ کیا یہ متحدہ فوج اسرائیل اور امریکہ کے خلاف بددعاؤں میں مصروف ہے؟ لبنان کے وزیر خارجہ کی تجویز کے مطابق تمام مسلم ممالک کو امریکہ سے سفارتی تعلقات فوراً ختم کر کے امریکہ پر سیاسی، معاشرتی اور معاشی پابندیاں لگانا ہوں گی۔ لیکن کسی مسلم ملک نے اور عرب لیگ کے کسی رکن نے اس تجویز پر بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ٹرمپ کے اس فیصلہ نے صرف مشرق وسطی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو جنگ کے دہانے پر لا کھڑا کیا اور اس ٹرمپ فیصلے سے بھڑکنے والی آگ سے دنیا کا کوئی کونہ محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کے علاوہ دنیا کا کوئی ملک اس مجنونانہ فیصلے کی تائید نہیں کر رہا۔ ہمیں اس عالمی تائید کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہوئے امریکہ اور اسرائیل پر دباؤ بڑھانا ہوگا اور دنیا کے مختلف ممالک میں مسلم ممالک مشترکہ وفود بھیج کر انہیں اپنے ساتھ عملی اقدامات کی تائید میں کھڑا کرنا ہوگا۔

اگر ہم امریکہ سے اپنے سفارتی تعلقات فوراً ختم کر دیں، عرب اپنا سرمایہ امریکہ سے نکال لیں اور امریکہ و اسرائیل کو معاشی و معاشرتی پابندیوں میں لے کر ان کے ساتھ تجارت اور دیگر تعلقات و روابط کو بالکل ختم کر دیا جائے تو فلسطین کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کیا جا سکتا ہے۔

ٹرمپ کا یہ فیصلہ ثابت کرتا ہے کہ امریکہ اب اقوام عالم کی قیادت کے قابل نہیں رہا۔ وہ ساری دنیا اور بالخصوص مشرق وسطی میں ثالثی کی حیثیت اور صلاحیت کھو چکا ہے۔ یہ موقع ہے کہ امریکہ کو اس کی اوقات یاد دلا کر اسے اپنی جغرافیائی سرحدوں میں بند کر دیا جائے تاکہ دنیا سکھ کا سانس لے سکے۔

لیکن یہ سب کچھ کرنے کے لیے مسلم ممالک کی سیاسی قیادت کے پاس نہ بصیرت ہے نہ قوت ارادی ہے۔ ہم اپنے اندرونی جھگڑوں کو بڑھاوا دینے سے ہی فارغ نہیں۔

فیض آباد، دھرنے کو ہی دیکھ لیں جس نے ہماری سیاسی قیادت کی نااہلی کے ساتھ ساتھ مذہبی قیادت کے بودے پن کو بھی بے نقاب کر دیا۔ اس دھرنے نے ریاست کی کامیابی کو بھی ظاہر کر دیا اور مختلف ریاستی اداروں کی بھی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں کو بھی نمایاں کر دکھایا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ دھرنا مختلف سیاسی جماعتوں کی حب الوطنی پر بھی بہت بڑا سوالیہ نشان لگا گیا ہے۔ ان سب پہلوؤں پر مفصل گفتگو کی جا سکتی ہے مگر سر دست ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف تین پہلوؤں پر مختصر اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(1) اس دھرنے میں جو زبان استعمال ہوئی اسے کوئی بھی سنجیدہ انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر تعجب ہے کہ یہ زبان بولنے والے مولوی کا دفاع کیا جا رہا ہے اور اس زبان کے حق میں بھی دلائل گھڑے جا رہے ہیں۔ گویا یہ دھرنا بریلوی قیادت کے ذہنی افلاس کا جنازہ تھا۔

(2) دھرنے میں دیگر مکاتب فکر و مسالک کے خلاف ہونے والی بے دریغ اور بے محابا تکفیری فتوی بازی بتاتی ہے کہ اب اس مکتب فکر کے سٹیج پر تکفیری خارجیوں کا قبضہ مکمل ہو گیا ہے۔

(3) اس دھرنے نے تحفظ ختم نبوت کے عنوان کو ایک فرقے کے ساتھ مخصوص کر کے بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔

غرض اس دھرنے سے ہونے والے نقصانات کو پاکستانی قوم بھی اور بریلوی مکتب فکر بھی لمبے عرصہ تک بھگتے گا۔ تعجب ہے کہ اس سب کے باوجود حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان نے کالم گلوچ کے اس ماہر مولوی کے حق پر نہایت زوردار کالم کیسے لکھ دیا اور کس طرح اس شخص سے اپنی توقعات وابستہ کر لیں!

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سید کفایت بخاری

11 دسمبر 2017

اِصلاح عقائد و اعمال

توحید کی دعوت، انبیاؑ کا مشن

مجتبیٰ فاروق

اللہ تعالیٰ نے بندوں تک اپنی وحدانیت اور اپنی بندگی کی طرف دعوت دینے کے لیے انبیا کرامؑ کو مبعوث فرمایا، جن کی بعثت ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ جب بھی دنیا میں نظام حق و عدل درہم برہم ہو جاتا اور زمین فساد کا گہوارہ بن جاتی اور کفر و شرک اور جہالت عروج پر پہنچ جاتے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی اور اپنے خاص، مقرب اور منتخب بندوں کو دنیائے انسانیت کی طرف مبعوث فرماتا، تاکہ نوع انسانیت کو طاغوت کی بندگی اور کفر و شرک سے نکال کے اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف دعوت دے۔

یہ وہ بنیادی کام ہے جسے حضرت آدمؑ سے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا کرامؑ نے اپنا مشن بنایا۔ ہر پیغمبرؑ نے اللہ کی بندگی، اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لیے خالص کرنے اور شرک سے اجتناب کرنے کو اپنی دعوت کا مرکز و محور قرار دیا۔ اسی لیے قرآن نے شرک اور مشرکانہ رسوم کو اقوام کے زوال و ہلاکت کا سب سے بڑا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے متعدد مقامات پر بتایا ہے کہ جن قوموں پر عذاب نازل ہوا ان میں پہلے نبی بھیجے گئے جنھوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی لیکن کفار و مشرکین نے ان نبیوں کا مذاق اُڑایا، ان کی تکذیب کی اور اپنے شرک پر بدستور قائم رہے۔

☆ حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا قرآن میں ۴۳ مقامات پر ذکر آیا ہے۔ حضرت نوحؑ کی دعوت و تبلیغ اس سرزمین سے وابستہ تھی جو دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اور یہ دونوں دریا آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور جدا جدا بہہ کر عراق کے حصے زیریمی میں آکر ملتے اور خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ وہیں ارارات کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی ایک چوٹی جودی پر کشتی نوحؑ اُترنے کے بارے میں روایات ہیں۔

حضرت نوحؑ ایک اُولوالعزم پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ ان کی دعوت میں توحید کو بنیادی ترجیح حاصل تھی۔ حضرت نوحؑ کی قوم کفر و شرک کے

اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ اس فساد سے دور رہنے کے لیے حضرت نوحؑ اپنی قوم کو دن رات، اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سمجھاتے رہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

بَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى لَمَّا عُبَدَتِ الْاَصْنَامُ وَالطَّوَاغِيْتُ وَشَرَعَ النَّاسُ فِي الضَّلَالَةِ وَالْكُفْرِ فَبَعَثَهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْعِبَادِ فَكَانَ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بُعِثَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے مبعوث فرمایا کیونکہ لوگ بت پرستی اور طاغوت کی پرستش کرنے لگے اور لوگوں نے کفر وضلالت کو ہی اپنا دین بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اس لحاظ سے وہ پہلے نبی ہیں۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا مرکز و محور توحید تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھیرانے کی طرف دعوت دی۔ یہ ان کی دعوت کا سب سے بنیادی نکتہ تھا۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق سے ارشاد ہے: لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ O (الاعراف ۵۹:۷) ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔ مجھ کو تمھارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

☆ حضرت ہودؑ اور قوم عاد کا مرکزی مقام ارض احقاف ہے۔ یہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع الخیال۔ آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی آبادی عرب کے سب سے بہترین حصہ حضر موت اور یمن میں خلیج فارس کے سواحل سے حدود عراق تک وسیع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہر قسم کی خوش حالی اور متنوع نعمتوں سے نوازا تھا۔ مزید یہ کہ زمین کو زراعت کے قابل بنایا، چٹانوں سے محلات اور گھر تعمیر کرنے کا ہنر عطا کیا اور جسمانی طاقت سے بھی سرفراز فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود یہ قوم شرک میں غرق ہو چکی تھی۔ اس قوم نے ڈھٹائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؑ سے بغاوت کر دی۔ حضرت ہودؑ کی دعوت، دعوت توحید ہی تھی۔ انھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے اور شرک سے اجتناب

برتنے کے لیے ہر ممکن طریقے سے منوانے کی کوشش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ O (اعراف ۶۵:۷) اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں۔ پھر کہا: تم غلط رویے سے پرہیز نہ کروگے ؟

قومِ عاد کی سرکشی اور رُوگردانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ انھوں نے حضرت ہودؑ اور ان کی دعوت کا کھلے عام تمسخر اڑانا شروع کیا۔ چنانچہ وہ انتہائی ڈھٹائی اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت ہودؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ : مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ O (ھود ۵۳:۱۱) اے ہودؑ! تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر کیوں نہیں آیا ہے اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت ہودؑ نے بے حد دکھ اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ O (ھود ۵۴:۱۱) اور تم گواہ رہو یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے اُلوہیت میں شریک ٹھیرا رکھا ہے اس سے میں بے زار ہوں۔

☆ حضرت صالحؑ اور قومِ ثمود قومِ ثمود اپنے زمانے کی ایک طاقت ور قوم (super power) تھی۔ اس کا رہایشی علاقہ حجاز اور شام کے درمیان حجر کا علاقہ ہے، جسے 'مدین صالح' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ قوم ثمود ایک خوش حال اور طاقت ور قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زمین کے ایک بڑے علاقے کی قیادت و سیادت عطا کی تھی اور سرسبز و شاداب باغات اور چشموں سے بھی خوب نوازا تھا، لیکن ان عنایتوں کے باوجود اس قوم میں بت پرستی نمایاں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر رحمت نازل کرکے حضرت صالحؑ کو اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی عبادت کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ حضرت صالحؑ نے بھی دیگر انبیا کرامؑ کی طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی لیکن اس قوم نے اللہ کے یکتا ہونے اور اس کی بندگی کرنے سے صاف انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس منظر کو یوں بیان کیا ہے: وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ص قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ط (ھود۶۱:۱۱) اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے۔ لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔

☆ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ قرآن مجید میں ۶۹ مرتبہ آیا ہے۔ آپؑ کو خلیل اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ سرزمین حجاز انھی کی اولاد نے بسائی اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا۔ حضرت ابراہیمؑ عالم انسانیت کے ایک عظیم داعی گزرے ہیں۔ دنیائے انسانیت کو شرک و بت پرستی سے مقابلہ کرنے اور اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف بلانا آپ کی دعوت کا نمایاں پہلو تھا۔

باپ کو دعوت توحید:

حضرت ابراہیمؑ کا والد شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا علَم بردار تھا۔ اس کی بت پرستی کا عالم یہ تھا کہ پوری قوم میں اس کی مثال دی جاتی تھی۔ اسی لیے حضرت ابراہیمؑ سب سے پہلے اپنے باپ سے مخاطب ہوئے: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا (مریم۱۹:۴۲) یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نا تو سنیں نہ دیکھیں۔ اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے نہایت شفقت اور ادب و احترام کے تمام تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس کا انجام معلوم تھا اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس دعوت کو پیش کرکے سنگسار یا جلاوطن بھی ہونا پڑ سکتا ہے، لیکن انھوں نے کسی خوف یا دھمکی کی پروا نہیں کی بلکہ اپنے مشرک باپ کو اعتماد کے ساتھ معبودان باطل سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور صرف ایک معبود برحق کی بندگی اختیار کرنے کو کہا۔

قوم کو دعوتِ توحید:

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم سے مخاطب ہوئے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے: اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ○ (الشعراء ۲۶: ۷۱-۷۰) اور انھیں ابراہیمؑ کا واقعہ بھی سنادو، جب کہ انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو کئی سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور انھیں اللہ کی بندگی اختیار کرنے پر مائل کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شرک کے انجامِ بد سے بھی باخبر کرتے رہے اور وہ صاف صاف ان سے کہتے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہر گز بھی اس قابل نہیں۔

☆ حضرت یعقوبؑ کا اپنی اولاد کو دعوت توحید: حضرت یعقوبؑ پیغمبرانہ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ ان کے والد کا نام حضرت اسحاقؑ اور ان کے دادا کا نام ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ تھا۔ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے کنعان کی طرف بھیجا تھا۔ قرآن مجید میں ان کا تذکرہ دس جگہ وارد ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنی پوری زندگی دعوتِ دین کی راہ میں گزار دی۔ جب حضرت یعقوبؑ بستر مرگ پر تھے اور بچنے کی اُمید نہ تھی تو اس وقت انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کرکے وصیت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رہتی دنیا تک کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انھوں نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ (البقرہ ۲: ۱۳۳) "میرے بچو! میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟" ان سب نے جواب دیا: قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ ۲: ۱۳۳) سب ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے خدا مانا ہے اور ہم اس کے مسلم ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس کی توضیح کرتے ہیں: "ایک شفیق و مہربان باپ، جو خدا کا ایک پیغمبر بھی ہے، اپنی اولاد سے جو عہد و اقرار اپنے بالکل آخری لمحات زندگی میں لیتا ہے، اس کے اور اس کی اولاد کے

درمیان سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا واقعہ وہی عہد واقرار ہو سکتا ہے، اور باوفا اولاد کا یہ سب سے بڑا اور سب سے مقدس فرض ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات کے اندر اس عہد کو نبھائے"۔

☆ حضرت یوسفؑ کا زندان کے ساتھیوں کو دعوت توحید:

حضرت یوسفؑ کا تذکرہ قرآن مجید میں ۳۶ مرتبہ آیا ہے اور ان کے نام پر قرآن مجید میں ایک پوری سورت موجود ہے جس میں تفصیل سے حضرت یوسفؑ کی زندگی اور ان کے دعوتی سفر کی روداد موجود ہے۔ حضرت یوسفؑ کے واقعے میں عظیم عبرتیں، نصائح اور بے نظیر بصیرتیں پنہاں ہیں۔ ان کا ایک واقعہ زندان کے ساتھیوں کو دعوتِ توحید ہے۔ جب حکومت وقت نے انھیں قید خانے میں ڈال دیا تو وہاں انھوں نے اپنے دو ساتھیوں کو جو ایک طویل عرصے سے جیل میں مقید چلے آرہے تھے، دعوت توحید دی اور انھیں معبود برحق اور اس کے خالق ہونے کے متعلق تفکر وتدبر کرنے اور عقل سے کام لینے پر اُبھارا۔ قرآنِ مجید میں اس کی تفصیل یوں ہے: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ O مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ط (یوسف ۴۰-۳۹:۱۲) اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے آباواجداد نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ خود اُس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے دعوت توحید کے ضمن میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ وہ اس کے لیے ہر وقت مواقع نکالتے رہتے تھے۔

☆ حضرت شعیبؑ کو اللہ تعالیٰ نے مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ مدین حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے کا نام تھا۔ پھر انھی کی نسل پر قبیلے کا نام مدین پڑ گیا۔ مدین کا قبیلہ بحیرہ قلزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام

کے (اردن) کے متصل حجاز کی آخری حد تھی۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ اسی قوم کو دعوت توحید اور دین حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعے سے دی گئی تھی۔ شعیبؑ کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی تھی جیسی ظہور موسیٰ کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بد اخلاق قوموں کے درمیان رہتے ہوئے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بد خلقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم میں شرک کے علاوہ دوسری اخلاقی برائیاں بھی در آئی تھیں، مثلاً ناپ تول میں کمی، معاملات میں بگاڑ اور ڈاکازنی وغیرہ۔ حضرت شعیبؑ نے اس قوم کو اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف دعوت دینے اور آخرت پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ ان اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرنے کے لیے بھی کہا۔ قرآن مجید میں اس کا قصہ یوں ہے: وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ O (العنکبوت ۲۹:۳۶) اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

☆ حضرت موسیٰؑ اور فرعون: قرآن مجید میں انبیا کرامؑ میں سے سب سے زیادہ تذکرہ حضرت موسیٰ کا ۱۳۶ مرتبہ ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ کی پرورش نہایت ہی متکبر اور دنیا کے سب سے بڑے مشرک، کافر اور ظلم و طغیان کے سب سے بڑے علم بردار فرعون کے گھر میں ہوئی۔ فرعون نے ظلم و استبداد اور سرکشی میں ایسی مثال قائم کر دی جس سے انسانیت آج بھی شرمسار ہے۔ اس نے زمین میں ہر طرف فساد پھیلا دیا تھا اور اس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (النازعات ۷۹:۲۴) کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس بھیجا تاکہ اس سے غرور و تکبر اور اس کے دعوائے ربوبیت کا پُرزور دلائل سے توڑ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی O فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤی اَنْ تَزَكّٰی O (النازعات ۷۹: ۱۸-۱۷) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کر۔

☆ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی دعوت: اللہ کے آخری رسولؐ کی دعوت عالم گیر اور ہمہ گیر ہے۔ سابق انبیاے کرامؑ کی دعوت اپنی اپنی قوم اور علاقے تک محدود ہوتی تھی، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہے۔ آپؐ کی دعوتِ توحید کے بارے میں کہا گیا ہے: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (الاعراف ۷: ۱۵۸) اے محمدؐ! کہہ دو، اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس الٰہ واحد کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر۔

جب یہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو اللہ کے رسولؐ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور "یاصباہ" کہہ کر پکارنے لگے (یہ کلمہ عرب کی سرزمین پر اس وقت بولا جاتا تھا جب دشمن اچانک حملہ اور غارت گری کر دے۔ اس پکار کے ذریعے سے قوم کو خبردار کیا جاتا تھا)۔ یہ پکار سن کر جب قریش کے لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں دشمن کا ایک لشکر موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے، کیا تم یقین کرلوگے؟ سب نے کہا: ہاں، یقیناً ہم تصدیق کریں گے کیوں کہ آپؐ کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اللہ نے نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ آپؐ نے سبھی قبیلوں کا نام لے کر صدا لگائی:

اے بنی کعب، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے بنو مرہ بن کعب، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے بنو عبد شمس، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے عبدالمطلب، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ میں اللہ کے ہاں تمھارے کوئی کام نہیں آسکوں گا۔ دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ "موت کے بعد تمھیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے، پس تم شرک سے باز آجاؤ"۔

خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ جو بات سب سے اہم ہو اس کو انسان اپنے قریبی ساتھی، دوست، اور رشتہ دار کو باخبر کرے۔ اس خیر خواہی کی بنیاد پر اللہ کے رسولؐ نے سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو اللہ

کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی۔ کیونکہ تعلق خاطر اور رشتہ داری کی بنیاد پر وہ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ ان تک دعوت حق پہنچائی جائے۔

کسی بڑے مشن اور تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے داعیوں اور علَم برداروں کو ایسے افراد مل جائیں جو ان کے مشن اور تحریک کو آگے بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔اسی لیے اللہ کی مشیت کے مطابق اس کے رسولؐ نے سب سے پہلے اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو توحید کی دعوت دی۔

اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز عقیدۂ توحید، اللہ کی خالص بندگی اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے کیا تھا۔آپؐ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ O (الزمر ۲:۳۹) (اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف برحق نازل کی ہے لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ O (الزمر ۱۱:۳۹) (اے نبیؐ) کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کرکے اُس کی بندگی کروں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دعوتی سفر میں ہر فرد اور ہر قبیلے تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور آپؐ کی دعوت کا موضوع زیادہ تر عقیدۂ توحید، اللہ کی خالص بندگی اور طاغوت سے بے زاری کی طرف تھا۔ مثلاً آپؐ نے ایک قبیلے کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا: یَا بَنِیْ فُلَانٍ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَأَنْ تَخْلَعُوْا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ۔ اے بنی فلاں، میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھیراؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں کو چھوڑ دو۔

ابن اسحاق نے طارق کی روایت نقل کی ہے کہ طارق بن عبداللہؓ نے کہا میں نے رسولؐ اللہ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا، جب کہ میں خرید و فروخت کے سلسلے میں وہاں گیا تھا۔ نبی کریمؐ ہمارے سامنے سے گزرے۔ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوے سنا: اے لوگو ! لا الہ الا اللہ کہو، تم فلاح پاؤگے۔ اللہ کے رسولؐ نے دعوتِ توحید کو تمام کاموں پر ترجیح دی اور اسی راہ میں اپنی پوری زندگی صرف کردی اسی مقصد کی خاطر پوری صلاحیت لگادی اور لوگوں کو اللہ سے جوڑنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی۔

حاصل بحث :مذکورہ بالا تمام انبیاؑ کا دین یا ملت ایک ہی ہے اور وہ ہے دین توحید۔ اس دین توحید کی طرف ہر نبی اور رسول نے بلایا۔ گویا ان کی ایک ہی پکار تھی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے اور اسی کی خالص بندگی کی جائے۔ یہی وہ پکار ہے جسے انبیائے کرامؑ نے مختلف علاقوں، زمانوں اور انسانی نسلوں تک پہنچایا۔ آخر میں خاتم النبیینؐ نے لوگوں تک دعوت توحید پہنچائی۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے عالم گیر رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ کی دعوت کسی قبیلے ،علاقے یا قوم یا کسی مخصوص زمانے تک نہیں بلکہ اقوام عالم اور قیامت تک تمام انسانوں کے لیے ہے اور اسی دعوتِ حق میں تمام انسانوں کے لیے فلاح و نجات ہے۔ یہ دعوت سب سے پاکیزہ اور متوازن نظام زندگی پیش کرتی ہے۔ اس سے بہتر کوئی دعوت نہیں ہو سکتی۔ اس مقدس دعوت کی آغوش میں جو شخص بھی آتا ہے اس سے بڑا کوئی خوش قسمت نہیں ہو سکتا۔

ادھورا کام

اچھی ابتدا کرنے سے آدھا کام ہو جاتا ہے۔ کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت کو مکمل کرنے کی امید رکھنا درست نہیں۔

دعوت وتحریک

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی کامیابی

مولانا صفی الرحمٰن

آیئے ذرا رسول اللہ ﷺ کے اس جلیل الشان عمل پر ایک اجمالی نظر ڈالیں جو آپ ﷺ کی زندگی کا خلاصہ ہے اور جس کی بنا پر آپ ﷺ کو تمام نبیوں اور پیغمبروں میں یہ امتیازی مقام حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سر پر اولین وآخرین کی سیادت کا تاج رکھ دیا۔

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ:

یایھا المزل0قم الیل الا قلیلاً0(المزمل)"اے چادر پوش!رات میں کھڑے ہو مگر تھوڑا۔"

یایھا المدثر0قم فانذر0(المدثر)"اے کمبل پوش!اٹھیے اور لوگوں کو سنگین انجام سے ڈرایئے۔"

پھر کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے کاندھے پر اس روئے زمین کی سب سے بڑی امانت کا بارِ گراں اٹھائے مسلسل کھڑے رہے؟ یعنی ساری انسانیت کا بوجھ، سارے عقیدے کا بوجھ، اور مختلف میدانوں میں جنگ وجہاد اور تگ وتاز کا بوجھ، آپ ﷺ نے اس انسانی ضمیر کے میدان میں جنگ وجہاد اور تگ وتاز کا بوجھ اٹھایا جو جاہلیت کے اوہام وتصورات کے اندر غرق تھا، جسے زمین اور اس کی گوناگوں کشش کے بار نے بوجھل کر رکھا تھا، جو شہوات کی بیڑیوں اور پھندوں میں جکڑا ہوا تھا اور جب اس ضمیر کو اپنے بعض صحابہؓ کی صورت میں جاہلیت اور حیات ارضی کے تہ در تہ بوجھ سے آزاد کر لیا تو ایک دوسرے میدان میں ایک دوسرا معرکہ، بلکہ معرکوں پر معرکے شروع کر دیے۔ یعنی دعوت الٰہی کے وہ دشمن جو دعوت اور اس پر ایمان لانے والوں کے خلاف ٹوٹے پڑ رہے تھے، اور اس پاکیزہ پودے کو پنپنے، مٹی کے اندر جڑ پکڑنے، فضا میں شاخیں لہرانے اور پھلنے پھولنے سے پہلے اس کی نمو گاہ ہی میں مار ڈالنا چاہتے، ان دشمنان دعوت کے ساتھ آپ ﷺ نے پیہم معرکہ آرائیاں شروع کیں اور ابھی آپ ﷺ جزیرۃ

العرب کے معرکوں سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ روم نے اس نئی امت کو دبوچنے کے لیے اس کی سرحدوں پر تیاریاں شروع کر دیں۔

پھر ان تمام کارروائیوں کے دوران میں ابھی پہلا معرکہ۔۔۔۔۔یعنی ضمیر کا معرکہ۔۔۔۔۔ ختم نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ دائمی معرکہ ہے۔ اس میں شیطان سے مقابلہ ہے اور وہ انسانی ضمیر کی گہرائیوں میں گھس کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھتا ہے اور ایک لحظہ کے لیے ڈھیلا نہیں پڑتا۔ محمد ﷺ دعوت الی اللہ کے کام میں جمے ہوئے تھے اور متفرق میدان کے پیہم معرکوں میں مصروف تھے۔ دنیا آپ ﷺ کے قدموں پر ڈھیر تھی مگر آپ تنگی وترشی سے گذر بسر کر رہے تھے۔ اہل ایمان آپ ﷺ کے گرداگرد، امن وراحت کا سایہ پھیلا رہے تھے مگر آپ ﷺ جہد ومشقت اپنائے ہوئے تھے۔ مسلسل اور کڑی محنت سے سابقہ تھا مگر ان سب پر آپ ﷺ نے صبر جمیل اختیار کر رکھا تھا۔ رات میں قیام فرماتے تھے، اپنے رب کی عبادت کرتے تھے، اس کے قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرتے تھے اور ساری دنیا سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا۔ (سید قطب، فی ظلال القرآن ۲۰/۱۲۸، ۱۲۹)

اس طرح آپ ﷺ نے مسلسل اور پیہم معرکہ آرائی میں بیس برس سے اوپر گزار دیے اور اس دوران میں آپ ﷺ کو کوئی ایک معاملہ دوسرے معاملے سے غافل نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ اسلامی دعوت اتنے بڑے پیمانے پر کامیاب ہوئی کہ عقلیں حیران رہ گئیں۔ سارا جزیرۃ العرب آپ ﷺ کے تابع فرمان ہو گیا۔ اس کے افق سے جاہلیت کا غبار چھٹ گیا، بیمار عقلیں تندرست ہو گئیں، یہاں تک کہ بتوں کو چھوڑ بلکہ توڑ دیا گیا۔ توحید کی آوازوں سے فضا گونجنے لگی، ایمان جدید سے حیات پائے ہوئے صحرا کا شبستانِ وجود اذانوں سے لرزنے لگا اور اس کی پہنائیوں کو اللہ اکبر کی صدائیں چیرنے لگیں۔ قرّا، قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کرتے اور اللہ کے احکام قائم کرتے ہوئے شمال وجنوب میں پھیل گئے۔

بکھری ہوئی قومیں اور قبیلے ایک ہو گئے۔ انسان بندوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں داخل ہو گیا۔ اب نہ کوئی قاہر ہے نہ مقہور، نہ مالک ہے نہ مملوک، نہ حاکم ہے نہ محکوم، نہ ظالم ہے نہ مظلوم، بلکہ

سارے لوگ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے احکام بجالاتے ہیں۔ اللہ نے ان سے جاہلیت کا غرور نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے، ورنہ سارے لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے تھے۔

غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت، اور اجتماعی عدل وجود میں آگیا۔ نوع انسانی کو دنیاوی مسائل اور اخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔ بالفاظ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی ،روئے زمین متغیر ہو گیا۔ تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔

اس دعوت سے پہلے دنیا پر جاہلیت کی کار فرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوش حالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ وبالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب اور ادیان موجود تھے مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا۔ اس کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے روح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب اس دعوت نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو انسانی روح کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن اور گندگی و انارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم و طغیان، پراگندگی و بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دنیا کو عفت و نظافت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدد، معرفت و یقین، وثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حقدار کی حق رسائی کے لیے تعمیر کیا۔ (سید قطب در مقدمہ ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ص ۱۴)

ان تبدیلیوں کی بدولت جزیرۃ العرب نے ایک ایسی بابرکت اٹھان کا مشاہدہ کیا جس کی نظیر انسانی وجود کے کسی دور میں نہیں دیکھی گئی اور اس جزیرے کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانۂ روزگار ایام میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں جگمگائی تھی۔ (ماخوذ از الرحیق المختوم)

نجوم ہدایت

ابورُہم غفاریؓ

عبداللہ فارانی

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک صحابی کی اونٹنی اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے بڑھ گئی۔ صحابی کے جوتے کا کنارہ نبی اکرم ﷺ کی ران مبارک سے رگڑ کھا گیا۔ آپ کو اس سے تکلیف پہنچی۔ آپ نے ان کے پاؤں پر کوڑا مارا اور فرمایا۔

اپنا پاؤں پیچھے ہٹاؤ میری ران زخمی ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ناراضی نے ان پر لرزہ طاری کر دیا۔ کوڑے کی تکلیف کو بھول گئے۔ اپنی آخرت کی فکر پڑ گئی۔ صبح کے وقت جب لشکر نے جعرانہ کے مقام پر پڑاؤ کیا تو وہ اپنی اونٹنی کو چرانے نکل گئے لیکن دل میں دھڑکا لگا ہوا تھا۔ واپس لوٹے تو ساتھیوں سے پوچھا۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب تو نہیں فرمایا تھا۔

لوگوں نے بتایا کہ ہاں، یاد فرمایا تھا۔

یہ سن کر وہ اور زیادہ گھبرا گئے۔ لرزتے کانپتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا۔

تمہارے جوتے سے میری ران پر خراش آگئی تھی، اس پر میں نے تمہارے پاؤں پر کوڑا دے مارا، میرے کوڑے سے تمہیں تکلیف پہنچی، اس کے بدلے میں میں تمہیں بکریوں کا یہ ریوڑ دیتا ہوں۔

وہ بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ کہاں تو وہ سزا کے خوف سے کانپ رہے تھے اور کہاں انہیں انعام مل گیا۔ مارے خوشی کا ان کی یہ حالت ہوئی کہ پاؤں زمین پر ٹک نہیں رہے تھے بار بار کہہ رہے تھے۔

آج مجھ سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہے، میرے آقا نے نہ صرف مجھے معاف فرمادیا بلکہ مجھ پر خاص لطف وکرم فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کے یہ صحابی حضرت ابوزُہم غفاری تھے۔ ان کا نام کلثوم تھا اور لقب منخور تھا آپ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد ایمان لائے، تاریخ کی کتب میں ایمان لانے کا صحیح وقت نہیں ملتا۔ غزوہ بدر میں بھی آپ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ غزوہ احد میں انہوں نے بہت شجاعت دکھائی۔ بہت جوش وخروش سے لڑے۔ عین لڑائی میں ایک تیر ان کے سینے میں آکر لگا۔ سخت زخمی ہوئے لڑائی کے بعد انہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن ان کے زخم پر لگایا۔ اس کی برکت سے زخم بہت جلد ٹھیک ہو گیا۔ اس لیے آپ منخور کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سینے کو عربی میں نحر کہتے ہیں۔ نبی پاک کا لعاب دہن آپ کے سینے پر لگا تو منخور نام پڑ گیا۔

میں آپ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ یعنی جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی، یہ ان میں سے ایک تھے۔ بیعت رضوان کے بعد آپ نے غزوہ خیبر میں بھی حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں مال غنیمت میں سے دہرا حصہ عطا فرمایا۔ تاریخ کی کتب میں اس کی وجہ نہیں ملتی کہ دہرا حصہ کیوں مرحمت فرمایا تھا۔ لہٰذا ہم خیال قائم کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کوئی خاص کارنامہ انجام دیا ہو گا۔

طائف کی مہم میں بھی آپ نے حصہ لیا۔ اسی مہم سے واپسی پر وہ واقعہ پیش آیا تھا جو اوپر ذکر کیا گیا۔

غزوہ تبوک کی تیاری کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ابوزُہم غفاریؓ کو قبیلہ غفار کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو جہاد کی طرف راغب کریں جہاد کے لیے ابھاریں۔ اس سال گرمی شدید تھی، زبردست خشک سالی تھی، اور تبوک کا سفر بہت طویل تھا، لوگ گھبرا رہے تھے، لیکن ابوزُہمؓ نے ایسے پر خلوص انداز میں انہیں جہاد کی طرف بلایا کہ ایک بڑی تعداد اپنا وطن چھوڑ کر مجاہدین میں شامل ہو گئی۔

تبوک سے واپسی میں بھی ابورُہم کی اونٹنی آپ ﷺ کی اونٹنی کے قریب تھی، انہیں جعرانہ کے سفر کا واقعہ یاد تھا۔ اس لیے جب بھی ان کی اونٹنی زیادہ قریب ہونے لگتی۔ یہ فوراً اسے پیچھے کر لیتے۔

تاریخ میں آپ کی وفات کی تفصیلات درج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت اعلیٰ درجے کے اوصاف سے نوازا تھا۔ انہی اوصاف کی بدولت وہ نبی اکرم ﷺ کے لطف و کرم کے حق دار بن گئے تھے۔ نبی پاک ﷺ کی نظروں میں آپ کی بہت قدر تھی۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔

نیا سال اور ہم

اہل اسلام کے لئے عیسوی سال ان کی طرز پر منانا، ایک انتہائی شرم اور افسوس کی بات ہے کہ دعویٰ تو رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ہو مگر عمل میں اسلامی تاریخ کی بجائے غیروں کی تاریخ کو اپنایا جائے۔

حالانکہ اصلاح کے باوجود عیسوی کیلنڈر میں جس سے مسیح تقویم شروع ہوئی تین سال کی غلطی شروع سے ہی چل آرہی ہے جس کا انہیں اعتراف بھی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا سن ولادت وہ نہیں بلکہ اس سے تین سال بعد کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ ۳۰ برس کی عمر میں مصلوب ہوئے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ۳۳ برس کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے۔

الغرض مسیحی حضرت عیسیٰؑ کا یوم ولادت گری گورین کیلنڈر کے مطابق یکم جنوری کو بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو بطور کفارہ پیش کر کے مسیحیوں کا عام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ ان کی پیروی میں اس عظیم قباحت میں مسلمان بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص جس قوم و جماعت کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار بھی اسی قوم میں ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے لباس واطوار وغیرہ کے ذریعہ کسی غیر مسلم قوم یا فساق و فجار کی مشابہت اختیار کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں وہی گناہ لکھے جائیں گے جو اس غیر مسلم قوم کے لوگوں کو ملتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی بندہ اپنے آپ کو صلحاء امت کے طریقے پر ڈھالے گا تو بھلائی اور سعادت کے اعتبار سے انہی کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے جس کے مفہوم میں عمومیت ہے۔ مشابہت خواہ اخلاق واطوار میں ہو یا افعال و کردار میں یا لباس و طرز رہائش میں یا کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، رہنے سہنے اور بولنے چالنے میں سب کا یہی حکم ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی یہی ارشاد فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: ۱۵۶) اے ایمان والوں! تم کافروں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔

کفار کی نیو ائیر نائٹ تو فحاشی کے اڈوں پر شراب نوشی اور بدکاری میں بسر ہوتی ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ پریس رپورٹ کے مطابق اسی رات اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں کروڑ کی شراب فروخت ہوتی ہے۔

تعمیر فکر و کردار

پختہ مکان

خالد رحمٰن

نام تو ان کا کچھ اور (مولانا اصغر حسین) تھا لیکن ملنے جلنے والوں میں حضرت میاں صاحب کے نام سے معروف تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ تدریس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ چنانچہ ہزاروں طلبہ کو اسلامی علوم کی تعلیم دی۔ متعدد چھوٹی بڑی کتب کے مصنف تھے۔ موضوعات اچھوتے اور زبان شگفتہ۔ اب سے سو سال قبل کی تحریروں میں، جب یہ کتب لکھی گئیں کم ہی ایسی شگفتگی ملتی ہے۔

علم و فضل کے بلند مقام کے باوجود سادگی اور تواضع ان کا شعار تھا۔ شہرت اور نام و نمود سے بھی گریز ہی کرتے تھے، (ضلع سہارن پور کے) ایک چھوٹے سے محلے میں مقیم تھے اور وہاں کچے سے مکان میں رہتے۔ ہر سال جب برسات کا موسم آتا تو یہ کچا مکان جگہ جگہ سے گر جاتا۔ برسات گزرنے کے بعد کافی وقت اور پیسہ اس کی مرمت پر خرچ کرنا پڑتا۔

شاگردوں میں سے ایک (مفتی محمد شفیع) نے جو خود بھی بڑے عالم تھے اور ان سے خصوصی تعلق رکھتے تھے ایک دن دریافت کیا: حضرت میاں صاحب! آپ کو ہر سال اپنے مکاں کی مرمت کرانی پڑتی ہے۔ وقت اور وسائل بھی لگتے ہیں اور پریشانی علیحدہ ہوتی ہے۔ اگر ایک مرتبہ پکا مکان بنوالیں تو روز روز کی پریشانی سے نجات مل جائے گی۔

میاں صاحب نے ہنس کر ٹال دیا۔

شاگرد نے پھر اصرار کر کے سوال دھرایا لیکن آپ ٹالتے ہی رہے۔ شاگرد نے بے تکلفی کا سہارا لیتے ہوئے پھر سوال کیا: حضرت! میرا مقصد تو وہ حکمت معلوم کرنا ہے جس کی وجہ سے مالی استطاعت کے باوجود آپ نے اب تک پکا مکان نہیں بنوایا۔

حضرت میاں صاحب نے جواب دینے کے بجائے شاگرد کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے باہر دروازے پر آ گئے۔ گلی میں دائیں بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا:

دیکھو! اس گلی کے اس سرے سے اس سرے تک کیا کوئی مکان تمھیں پکا نظر آتا ہے؟

شاگرد نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا جب میرے سارے پڑوسیوں کے مکان کچے ہیں تو پوری گلی میں تنہا اپنا مکان پکا بنا کر کیا میں اچھا لگوں گا؟ ساتھ ہی فرمایا: اتنی استطاعت مجھ میں نہیں ہے کہ میں اپنے سارے پڑوسیوں کے مکانات بنا سکوں، اسی لیے میں اپنا مکان بھی پکا نہیں بنواتا کہ اپنے پڑوسیوں مقابلے میں اپنی کوئی امتیازی شان مجھے اچھی نہیں لگتی۔

رہائش کے لیے معقول انتظام ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اللہ نے وسائل دیے ہوں اور انسان کو کوئی تنگی نہ ہو تو کشادہ اور پختہ مکان بنوانا بذات خود کوئی غلط بات نہیں۔ مکان صاف ستھرا ہو اور دیکھنے میں بھی اچھا لگے۔ یہ خواہش بھی غیر فطری نہیں ہے، لیکن بد قسمتی سے معاشرے میں اس وقت جس نوعیت کا عدم توازن عام ہے اس کی نمایاں جھلک مکانات کی تعمیر اور سجاوٹ میں بھی نظر آتی ہے۔

ایک جانب کئی کئی کنال اور ہزاروں گز کے پلاٹس ہیں جن میں بعض اوقات چار چھ سے زائد افراد بھی رہائش پذیر نہیں ہوتے۔ مکان میں قیمتی پتھر، لکڑی اور ٹائلوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ طرح طرح کی قیمتی اشیا محض تزئین و آرائش کے لیے غسل خانوں اور کمروں میں استعمال کی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ مکان کی تعمیر کے بعد بھی نہیں رکھتا بلکہ وقتاً فوقتاً محض اس بنا پر جاری رہتا ہے کہ اب مارکیٹ میں تزئین و آرائش کی کوئی نئی ورائٹی آ گئی ہے۔ کوشش یہ ہوتی کہ مکان ایسا ہو کہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی امتیازی شان جتائی جا سکے۔ ان پر اپنی برتری اور دولت کا رعب ڈالا جا سکے اور یوں انھیں اپنے سے کم تر ثابت کیا جا سکے۔

دوسری جانب ان ہی پلاٹس کے ساتھ ساتھ لوگ تنگ جھونپڑیوں میں رہ رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ طرز عمل ہے جس کی اسلامی تعلیمات میں کسی طرح بھی گنجائش نہیں ہے اور درحقیقت محض مکان ہی نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے تمام معاملات میں ایسے طرز عمل سے گریز کرنے کی ضرورت ہے جو دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان جتانے کے لیے کیا جائے۔

رویّے

مثبت یا منفی رویہ

انجینئر عادل شاہ

استاد بلیک بورڈ پر سفید کاغذ چسپاں کرنے کے بعد مار کر ہاتھ میں پکڑے کافی دیر سوچتے رہے کہ کاغذ پر کیا لکھیں مگر پھر کچھ دیر سوچ کر انہوں نے کاغذ کے درمیان میں ایک سیاہ نقطہ لگا دیا۔ پھر وہ کلاس کی طرف متوجہ ہوئے اور طلبہ سے سوال کیا کہ آپ کو کیا نظر آرہا ہے؟

طلبہ مجبور حیرت استاد کے منہ کی طرف دیکھتے رہے۔ استاد نے بلیک بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ پوچھا کہ بتاؤ تمہیں کیا نظر آرہا ہے؟

سب طلبہ نے بیک زبان ہو کر کہا: "سیاہ نقطہ" استاد کے چہرے پر مربیانہ مسکراہٹ کے پھول کھل گئے۔ انہوں نے چہرے پر حیرت و تعجب کے آثار پیدا کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا:

حیرت ہے کہ اتنے بڑے سفید کاغذ پر تمہیں صرف ایک سیاہ نقطہ صاف صاف نظر آرہا ہے اور پورا سفید کاغذ نظروں سے اوجھل ہے۔

سب طلبہ خاموش تھے، کسی نے استاد کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ استاد نے سامنے رکھے گلاس سے ایک دو گھونٹ پانی پیا اور پھر طلبہ کی طرف متوجہ ہوئے "یہاں سے جانے کے بعد جب تم عملی زندگی کی دہلیز پر قدم رکھو گے تو یہ زندگی تمہیں بہت سے سبق سکھائے گی۔

آج تمہیں سفید کاغذ پر ایک چھوٹا سا سیاہ نقطہ تو نظر آگیا مگر کورا سفید کاغذ سامنے ہونے کے باوجود تم نہ دیکھ سکے۔ اس سے یہ سبق ملا کر زندگی میں کئے گئے لاتعداد اچھے کام سفید کاغذ کی طرح ہوتے ہیں اور زندگی میں کی جانے والی چھوٹی سی غلطی، معمولی سی بھول چوک یا محض ایک خرابی سیاہ نقطہ کی طرح ہے۔

یاد رکھنا! لوگوں کی اکثریت دوسروں کی غلطیوں کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہے اور اس پر زیادہ نظر رکھتی ہے لیکن اچھائیوں اور بھلے کاموں کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ آپ کی ساری زندگی کی اچھائیوں پر آپ

کی کسی کوتاہی یا کسی غلطی کا ایک سیاہ نقطہ اگر لگ گیا تو لوگوں کو وہ سیاہ نقطہ صاف دکھائی دے گا اور اچھائیاں کہیں پس منظر میں چلی جائیں گی۔

آپ آدھا گلاس پانی بھریں اور پھر لوگوں سے گلاس کے بارے میں پوچھنا شروع کردیں۔ 80 فیصد لوگ یہ کہیں گے کہ آدھا گلاس خالی ہے اور مشکل سے 20 فیصد یہ کہیں گے کہ آدھا گلاس پانی سے بھرا ہے۔

دونوں صورتوں میں کوئی بڑا فرق تو نہیں مگر اس سے دو قسم کے رویے اور انداز فکر ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ منفی ذہن اور منفی اندازِ فکر ہر چیز میں شر ہی تلاش کرتے ہیں جبکہ مثبت انداز فکر خیر کی تلاش میں ہوتا ہے۔

مثبت اور منفی سوچ کی مثال شہد کی مکھی اور عام مکھی کی سی ہے۔ شہد کی مکھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر خوشبودار پھول پودے اور پھلدار چیزیں تلاش کرتی ہے اور اس سے رس کشید کرکے شہد بناتی ہے، جبکہ عام مکھی جسم پر بھی بیٹھے تو سارے صحت مند جسم کو چھوڑ کر صرف پھوڑے پھنسی پر آتی ہے۔ اسے گندگی کی تلاش ہوتی ہے۔

آپ ہمیشہ مثبت سوچ اپنانے کی کوشش کریں، آپ کو بھی ہر چیز میں خیر نظر آئے گی۔ مثبت سوچ سے شخصیت میں نکھار آتا ہے اور آپ کی پہچان بھی اچھی بنتی ہے۔

بڑا پن

مامون الرشید نے نگینہ ساز کو انگوٹھی تیار کرنے کے لیے ایک بہت قیمتی نگینہ دیا۔ اتفاق سے نگینہ اس سے ٹوٹ گیا اور چار ٹکڑے ہوگئے۔ دوسرے دن نگینہ ساز کانپتا کانپتا مامون کے دربار میں حاضر ہوا اور ڈرتے ڈرتے واقعہ ذکر کیا۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، لیکن مامون کی بات سن کر اس کا سیروں خون بڑھ گیا اور وہ بادشاہ کا گرویدہ ہوگیا، جب انہوں نے بردباری اور حکمت سے کہا: ''اچھا کوئی بات نہیں! ان کی چار انگوٹھیاں بنادے۔''

بڑوں کو ہمیشہ بڑے پن کا اظہار کرنا چاہیے۔ ملازمین اور چھوٹوں کی چھوٹی چھوٹی نادانستہ غلطیوں پر چشم پوشی سے کام لینا چاہیے۔ اگر وہ غلطی نہیں کریں گے تو سیکھیں گے کہاں سے؟

آداب

لباس کے آداب

حافظ احتشام الحق

❖ لباس ایسا پہنیئے جو شرم وحیاء غیرت وشرافت اور جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرے اور جس سے تہذیب وسلیقہ اور زینت وجمال کا اظہار ہو۔

❖ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے زینت اور حفاظت کا ذریعہ بھی ہو۔"

❖ لباس ہمیشہ اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق پہنیے، نہ ایسا پہنیے جس سے فخر و نمائش کا اظہار ہو اور آپ دوسروں کو حقیر سمجھ کر اترائیں اور اپنی دولت مندی کی بے جا نمائش کریں اور نہ ایسا لباس پہنیے جو آپ کی وسعت سے زیادہ قیمتی ہو اور آپ فضول خرچی کے گناہ میں بھی مبتلا ہوں۔

❖ بعض لوگ پھٹے پرانے کپڑے اور پیوند لگے کپڑے پہن کر شکستہ حال بنے رہتے ہیں اور اس کو دین داری سمجھتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ان لوگوں کو دنیادار سمجھتے ہیں جو صاف ستھرے سلیقے والے کپڑے پہنتے ہیں۔ حالانکہ دین داری کا یہ تصور سراسر غلط ہے۔

حضرت ابوالحسن علی شاذلی ایک بار نہایت ہی عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے، کسی شکستہ حال صوفی نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت شاذلی نے جواب دیا۔

بھائی یہ شان وشوکت عظم وشان والے خدائی حمد و شکر کا اظہار ہے۔ دراصل دین داری کا انحصار نہ پھٹے پرانے پیوند لگے گھٹیا کپڑے پہننے پر ہے اور نہ لباس فاخرہ پر، دین داری کا دارومدار آدمی کی نیت اور صحیح فکر پر ہے۔

- بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یعنی ایسا لباس پہنیے جو شریعت کی نظر میں پرہیزگاروں کا لباس ہو۔ جس سے کبر و غرور کا اظہار نہ ہو، جو نہ عورتوں کیلئے مردوں سے مشابہت کا ذریعہ ہوا اور نہ مردوں کیلئے عورتوں سے مشابہت کا۔
- نیا لباس پہنیں تو کپڑے کا نام لیکر خوشی کا اظہار کیجئے کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ کپڑا عنایت فرمایا اور شکر کے جذبات سے سرشار ہو کر نیا لباس پہننے کی وہ دعا پڑھئے۔ جو نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔ "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو لباس پہنایا کہ میں اس سے ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ساتھ زینت کرتا ہوں"۔

- حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا، عمامہ، کرتا یا چادر پہنتے تو اس کا نام لے کر فرماتے: خدایا تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ لباس پہنایا۔ میں تجھ سے اس کے خیر کا خواہاں ہوں اور میں اپنے آپ کو تیری پناہ میں دیتا ہوں، اس لباس کی برائی سے اور اس کے مقدر کے اس برے پہلو سے جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے۔
- حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نئے کپڑے پہنے اگر وہ گنجائش رکھتا ہو تو اپنے پرانے کپڑے کسی غریب کو خیرات میں دے دے۔
- کپڑے پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجئے، ہو سکتا ہے اس میں کوئی موذی جانور ہو اور خدانخواستہ کوئی ایذا پہنچائے۔

نبی کریم ﷺ ایک بار جنگل میں اپنے موزے پہن رہے تھے، پہلا موزہ پہننے کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے دوسرا موزہ پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک کوا جھپٹا اور وہ موزا اٹھا کر اڑا لے گیا، اوپر جا کر اسے چھوڑ دیا، موزہ جب اونچائی سے نیچے گرا اس میں سے ایک سانپ دور جا پڑا، یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے شکر ادا کیا اور ارشاد فرمایا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہنے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔

- لباس پہنتے وقت دائیں جانب سے شروع کیجئے یعنی قمیص یا شرٹ کا پہلے دایاں بازو زیب تن کیجئے اور اسی ترتیب سے پاجامہ یا پتلون بھی۔
- سفید لباس مردوں کیلئے پسندیدہ ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو، یہ بہترین لباس ہے، سفید کپڑا زندگی میں بھی پہننا چاہیئے، اور سفید کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔
- ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ میرا لباس نہایت عمدہ ہو، سر میں تیل لگا ہوا ہو، جوتے نفیس ہوں، اسی طرح اس نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا، یہاں تک اس نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ میرا کوڑہ بھی نہایت عمدہ ہو، نبی ﷺ اسکی گفتگو سنتے رہے اور پھر فرمایا یہ ساری ہی باتیں پسندیدہ ہیں اور خدا اس لطیف ذوق کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

نماز میں دونوں کپڑے پہن لیا کرو، یعنی پورے لباس سے آراستہ ہو جایا کرو، خدا زیادہ مستحق ہے کہ اسکے حضور میں آدمی اچھی طرح بن سنور کر جائے۔

فوقیت

عقل کو خواہش پر فوقیت حاصل ہے کیوں کہ عقل زمانے کو آپ کے ہاتھوں میں دے دیتی ہے جبکہ خواہش آپ کو زمانے کا غلام بنا دیتی ہے۔

خوشبو

جو خوشبو انسان کے کردار، خلاق اور عمل میں ہوتی ہے وہ کسی مشک، عطر یا پھولوں میں نہیں اور یہ خوشبو اس وقت چلی جاتی ہے جب انسان میں تکبر آجاتا ہے۔

مقالات ومضامین

اِلہامی دعاء

سیدنا ابوذر غفاری[1]

ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلؑ آئے۔ ابھی وہ موجود ہی تھے کہ ابوذر غفاریؓ آگئے۔ جبریلؑ نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے: یہ ابوذر ہے؟ رسول اللہ نے فرمایا: جبریل! تم ابوذر کو جانتے ہو؟ وہ بولے ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو سچا نبی بنا کر بھیجا۔ یقیناً ابوذر زمین والوں سے زیادہ آسمان والوں میں مشہور و مقبول ہیں اور وہ اس دعا کی وجہ سے جو یہ روزانہ دو بار مانگتے ہیں اس پر فرشتوں کو حیرت ہے آپ ان کو بلا کر دعا کے بارے میں پوچھیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ابوذر! کون سی دعا ہے جو تم روزانہ دو بار مانگتے ہو؟ ابوذر نے عرض کیا کہ جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ دعاء میں نے کسی انسان سے نہیں سنی بلکہ وہ دس جملے اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیے ہیں اور ہر روز میں ان ہی کے ذریعے دعاء مانگتا ہوں پہلے قبلہ رو ہو کر تھوڑی دیر تسبیح کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہوں پھر تھوڑی دیر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھتا ہوں پھر تھوڑی دیر تکبیر اللہ اکبر پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں:

أللّٰهم إني أسألك إيمانًا دائمًا، وأسألك قلبًا خاشعًا، وأسألك علمًا نافعًا، وأسألك يقينًا صادقًا، وأسألك دينًا قيمًا، وأسألك العافية مِن كُلِّ بَلِيَّةٍ وأسألك تمام العافية۔ وأسألك الشكر على العافية، وأسألك الغِنَى عن الناس۔

جبریل امین نے یہ سن کر کہا: اے اللہ کے پیغمبر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا۔ آپ کی امت کا کوئی شخص بھی یہ دعا مانگے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ اور زمین کی ریت سے زیادہ ہوں۔ آپ کے کسی بھی امتی کے سینے میں یہ دعاء ہوگی جنت اُس کی مشاق ہوگی اور دو فرشتے اس کے لیے

---

(۱) جندب بن جنادۃ بن سفیان بن عبید ابوذر ص، بنو غفار [کنانہ بن خزیمہ] سے تعلق تھا۔ قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ صدق و سچائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ کی خدمت اقدس میں السلام علیکم کہنے والے آپ ہیں۔ ۳۲ھ = ۶۵۳ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۷۶: ۲، الاعلام ۱۴۰: ۲]

مغفرت مانگتے رہیں گے اور جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے۔ فرشتے اعلان کریں گے: اللہ کے دوست جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

[نوادر الاصول ۲۳: ۵، اصل: ۲۱۸]

حکیم ترمذی (۲) نے اس کہانی کو اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے: ثنا عمر، بن أبي عمرَ، قال:

ثنا أبو همام الدَّلال، عن إبراهيم بن طُهمان عن عاصم بن أبي النَّجُود عن زِرِّ بن حبيش عن علي بن أبي طالب۔ [نوادر الاصول ۲۳: ۵، کنز العمال ۶۷۹-۶۷۸: ۲، حدیث: ۵۰۵۵]

کنز العمال میں "عمر بن ابی عمر عبدی بلخی" کے بجائے "عمرو بن ابی عمرو" لکھا ہے جو نادرست ہے۔ ہم نے نام کی تصحیح خطیب بغدادی کی کتاب المُتَّفِق والمُفْتَرَق: ۱۶۱۱،

ترجمہ: ۹۵۹[۵] سے کی ہے جہاں انہوں نے اس امر کی تصدیق کردی ہے کہ حکیم ترمذی کے استاذ کا نام ابو حفص عمر بن ابی عمر ریاح عبدی بلخی ہے۔ جس کے بارے میں امام بخاری لکھتے ہیں: عمرو بن علی کہتے ہیں: دجال ہے۔ [التاریخ الکبیر ۱۵۶: ۶ ترجمہ: ۲۰۰۹، الکامل فی ضعفاء الرجال ۱۰۴: ۶، ترجمہ: ۱۲۲۲/۲۵۵]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: اثبات [پکے ثقہ راویوں] کی سند سے موضوعات نقل کرتا ہے اس کی روایت کا لکھنا حلال نہیں بلکہ از راہِ تعجب! [المجروحین ۵۷: ۲، ترجمہ: ۶۳۶]

امام حاکم کبیر (۱) لکھتے ہیں: ذاہب الحدیث تھا۔ [الاسامی والکنی ۵۱: ۳، ترجمہ: ۱۳۰۲]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ابن طاوس سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱۰۶: ۶، ترجمہ: ۱۲۲۲/۲۵۵]

حافظ ابن قیم نے حکیم ترمذی کے بارے میں لکھا ہے: محمد بن علی الترمذی الحکیم لم یکن من أهل الحدیث ولا علم له بطرقه وصناعته، وإنما كان فيه الكلام على إشارات الصوفية والطرائق ودعوى الكشف على الأمور الغامضةِ والحقائقِ، حتى خرج في الكلام على ذلك عن قاعدة الفقهاء و الصُّوفية ، و أخرجوهُ بذلك عن السيرةِ المرضيةِ ،وقالوا: أنه أدخَلَ فيعلم الشريعةمافرق به الجماعةِ فاستوجَبَبذلك

القدح والشناعة ، و مَلَأَ كُتُبَهُ بالأحاديث الموضوعةِ ، وحشاها بالأخبار التي ليست بمرويةٍ ولا مسموعةٍ، وعلل فيها خفي الأمور الشرعية لايعقل معناها بعلل ما أضعفها وما أوهاها۔ [تحفۃ المودود باحکام المولود ۱۴۲-۱۴۱]

"محمد بن علی (۲) حکیم ترمذی حدیث کا علم رکھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ علم حدیث کے فن اور حدیث کے طرق سے آشنا نہیں تھے۔ صوفیاء کے اشارات میں مہارت تھی اور امورِ غامضہ اور حقائق کے کشف کا دعویٰ تھا جس کی وجہ سے فقہاء اور عام صوفیاء کے دائرہ سے باہر ہوگئے اور اُنہوں نے بھی اسے اس غیر مرضی عادت کی وجہ سے خود سے باہر نکالا اور کہا کہ :

محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق ابواحمد نیشاپوری کرابیسی، الحاکم الکبیر۔ اپنے زمانے میں خراسان کے محدث تھے۔ ۲۸۵ھ =۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔ شاش اور طوس میں قاضی رہے ہیں اس لیے الحاکم کہلائے ۳۷۸ھ = ۹۸۸ء کو نیشاپور می وفات پائی۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔

[تاریخ الاسلام ۸:۶۸۰، ترجمہ: ۱۳۸۲۹، الاعلام ۷:۲۰]

ترمذی نے علم شریعت میں ایک ایسی چیز کو داخل کیا جس سے جماعت کا بٹوارہ ہوا اس لیے برائی اور شناعت کا مستحق ٹھہرا۔ اُس نے اپنی کتابوں کو موضوع احادیث سے بھر دیا ہے اور اس میں ایسے واقعات واخبار بھر دیے ہیں جن کی روایت اور سماعت موجود نہیں اور ان کتابوں میں کئی خفی شرعی امور کی ایسی علتیں اور اسباب بیان کیے جو خلاف عقل اور نہایت ضعیف اور کمزور ہیں۔"

---

(۲) محمد بن علی بن حسن بن بشر ابو عبداللہ حکیم ترمذی، باحث، صوفی، حدیث اور اصول الدین کے عالم تھے ترمذ کے رہائشی تھے۔ گاؤس والوں نے کسی مسئلہ میں اختلاف کے باعث انہیں کافر کہا، یہ وہاں سے نکل کر بلخ چلے گئے جہاں انہیں قبولیت حاصل ہوئی۔ ۳۲۰ھ = ۹۳۲ء کے لگ بھگ وفات پائی۔

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲:۲۴۵، ترجمہ: ۵۹، الاعلام ۶:۲۷۲]

گوشہ خواتین

آزادی یا قید

انور غازی

جن حقوق کا مغرب اور بعض روشن خیال دانشور ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہ حقوق عورت کے ہیں ہی نہیں۔ یورپ وامریکا نے اسلام، مسلمانوں اور خصوصاً مسلم خواتین پر ظلم کے حوالے سے پروپیگنڈا مہم شروع کر رکھی ہے۔ مغرب مسلمانوں پر ہر وقت اس قسم کے جملے کستا رہتا ہے:

تم نے عورت کی آزادی سلب کر رکھی ہے۔ اسلام میں عورت کے حقوق کا خیال نہیں رکھا گیا۔ عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کرے۔ یہ مطالبات کیے جاتے ہیں کہ عورت کو بھی طلاق کا حق ہونا چاہیے۔ پردہ عورت کی آزادی سلب کرتا ہے۔ عورت کو بھی چار شادیوں کی اجازت ہونی چاہیے۔۔۔"

یہ اور اس جیسے بیسیوں پروپیگنڈا نعروں کے ذریعے مسلمان خواتین کو اسلامی احکام سے بہکایا اور ورغلایا جاتا رہا اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس تحریر میں مغرب کی طرف سے "عورت کی مظلومیت" پر اٹھائے گئے کچھ ایسے ہی سوالات اور ان کے جوابات دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مغرب کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے اسلام میں عورت مظلوم ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ وہ ہر معاملہ میں مردوں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ معاشرے کا سارا بوجھ اس کے کاندھوں پر ہے اور کام کاج بھی اس سے کروائے جاتے ہیں۔ اسلام میں عورت کے بنیادی حقوق غصب کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسی مثالیں کی جاتی ہیں جن کو سن کر سادہ لوح مسلمان یہ سمجھتا ہے واقعی اسلام نے عورت کے حقوق غصب کئے ہیں۔

مغرب کہتا ہے عورت کی گواہی آدھی ہے۔ یہ کیسا مذہب ہے جس میں عورت کی گواہی آدھی ہے۔ اس کے ساتھ ایسے ایسے یورپی اسکالرز اور مستشرقین کی جماعتیں سامنے لائی جاتی ہیں جو عورت کو تسلی دینے کے لیے اسلام کے احکام کی غلط سلط تاویلات کرکے اسے یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کے زمانے میں عورت کی گواہی پوری ہونی چاہیے۔ اسلام قدیم مذہب ہے۔ یہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا، لہٰذا اس کو چھوڑیں، اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح نصف میراث کا مسئلہ ہے۔ مستشرقین کہتے ہیں اسلام میں عورت کو میراث سے متعلق کم حصہ کیوں دیا جارہا ہے؟ یہ ناانصافی ہے۔ اسلام میں طلاق کا حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔ یہ بھی عورت کے ساتھ ایک بڑا ظلم ہے۔ یہ حق عورتوں کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ مردوں کو چار شادیوں کی اجازت ہے جبکہ عورت کو ساری زندگی ایک ہی خاوند کے رحم و کرم پر رہنا ہوتا ہے۔ اسلام نے عورت کو خود کفیل ہونے سے منع کیا ہے۔ عورت کی معاشی حیثیت کو اسلام نے تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہے جبکہ مغرب نے عورت کو آزادی دے رکھی ہے اور معاشی طور پر وہ مکمل آزاد ہے۔

اب مغرب کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا مختصر جواب دینا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی شخص یہ اشکالات کرے تو اس کے چند نقلی عقلی دلائل بھی دیے جاسکتے ہیں۔ اسلام میں عورت کی نصف گواہی کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نصف گواہی کی وجہ سے عورت کا کوئی حق چھینا نہیں گیا بلکہ اس کی ذمہ داری کم کی گئی ہے۔ گواہی ایک ذمہ داری ہے۔ اس بوجھ سے عورت کے کندھوں کو ہلکا رکھا گیا ہے ورنہ اپنی اپنی جگہ تمام مرد اور عورت برابر حقوق کے حامل ہیں۔

مثال کے طور پر دو بچے امتحان دیتے ہیں۔ دونوں امتحان میں 80 فیصد مارکس لیتے ہیں، لیکن ان کے ہر مضمون میں برابر نمبر آئیں، یہ ضروری نہیں ہے۔ کوئی میتھ میں 50 نمبر لے کر کوئی 80، اسی طرح فزکس میں 80 لے کر اور دوسرا اس میں 50 نمبر لے کر پاس ہوتا ہے، لیکن As a Whole ان دونوں کے نمبرات برابر ہوتے ہیں اور کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ اس کے نمبر کم ہیں۔ یہی معاملہ یہاں ہے۔ اگر اسلام نے عورت کی گواہی نصف رکھی ہے تو دوسرے کسی حق میں وہ مرد سے زیادہ حقوق بھی رکھتی ہے۔ یوں مجموعی طور پر دونوں کے حقوق برابر ہو جاتے ہیں۔ اپنی خلقت اور وضع کے لحاظ سے ان کو الگ الگ اہداف دیئے گئے ہیں۔

یہ قانون پوری دنیا میں رائج ہے جو انسان جس کام کا اہل ہوتا ہے اس کے ذمے وہی کام لگایا جاتا ہے۔ معاشی ذمہ داری صرف مرد پر ہی کیوں؟ تو یاد رکھیں! معاش کا ذمہ دار اللہ نے مرد کو بنایا ہے کیونکہ یہ ہر لحاظ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اس لیے عورت کو کما کر دینے کی ذمہ داری مرد کے مضبوط کندھوں پر ڈالی گئی ہے جبکہ عمومی حقوق میں اللہ نے مرد اور عورت کو برابری دی ہے۔ بعض کاموں اور چیزوں میں

مرد آزاد ہے تو عورت بھی آزاد ہے۔ مثال کے طور پر حصول علم، شرافت، پاکیزگی، تقویٰ، خدمت، ذکر الٰہی، حق ملکیت۔۔۔۔ان سب میں دونوں برابر ہیں۔ دونوں کو ایک ہی صلہ ملے گا۔

اسلام کے خلاف یہ بھی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اس نے عورت کو گھر سے نکلنے سے روکا ہے حالانکہ اسلام میں عورت کا گھر سے نکلنا ممنوع نہیں ، ان کو ضروریات کے تابع رکھا ہے۔ تقاضوں کے ساتھ اجازت ہے۔ خود آپ ﷺ ازواج مطہراتؓ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، لہٰذا یہ تاثر بالکل غلط ہے کہ اسلام میں عورت کو گھر کا قیدی بنادیا ہے۔ فلاح عامہ کے کاموں میں بھی عورتیں حصہ لیتی تھیں بلکہ لے رہی ہیں۔ اس پر قطعاً کوئی پابندی نہیں۔ اسلام کے سنہری دور میں خواتین اسلام کے پاس ایک مجمع آکر مسائل پوچھتا تھا۔

حضرت عائشہؓ ان کے سوالوں کے باقاعدہ جواب دیتی تھیں۔ خواتین کی تجارت میں حضرت ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی مثال سب کے سامنے ہے۔ جب بھی اسلام پر مشکل وقت آیا تو مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرکے تحفظ کیا۔ اس میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آغاز اسلام میں جب کفار مکہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا۔ کفروااسلام کا معرکہ گرم تھا تو خواتین اسلام نے میدان کارزار میں دادشجاعت دی۔ حضرت سمیہؓ نے اپنی جان قربان کردی۔

انصاری صحابیہ عفراءؓ نے حق و باطل کے معرکے میں کفار پر نیزوں سے تابڑتوڑ حملے کیے اپنے ساتوں بیٹوں کو بھی اپنے ساتھ شریک رکھا۔ حضرت عفراءؓ دشمن پر حملہ کرتیں۔ وہ گھوڑے سے گرتا تو وہ اپنے بیٹوں کو حکم دیتیں کہ اس اسلام دشمن کاکام تمام کریں۔ اسی طرح ام رومانؓ، ام عمارہؓ ام سلیمؓ، فاطمہؓ بنت اسد، خنساؓ، خولہؓ، اسماؓ بنت ابی بکر نے بھی کفار کے خلاف ہر قسم کے جہاد میں حصہ لیا۔ فاطمہ بنت عبداللہ جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی شہید ہوگئیں۔

اقبال نے انہی کے بارے میں کہا تھا:

"تو آبروئے امت مرحوم ہے۔ ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے"

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی دعوت پر فاروق اعظمؓ نے اسلام قبول کیا تو ام حکیمؓ کی ترغیب پر حضرت عکرمہؓ مسلمان ہوئے تو ام سلیمؓ کی دعوت پر حضرت ابو طلحہؓ مسلمان ہوئے۔ حضرت ام عمارہؓ نے جنگ احد میں

جس بہادری وجاں نثاری کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت صفیہؓ، حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ، حضرت خولہؓ، حضرت جویریہؓ نے جو کارنامے سرانجام دیے، وہ مسلم خواتین کے باب کا ایک شاندار حصہ ہے۔ اس طرح کی سینکڑوں ہزاروں روشن مثالیں ہیں۔

عورت کو میراث نصف کیوں دی گئی ؟ اسلام میں تو عورت کو نصف میراث دی گئی ہے جبکہ بعض مذاہب میں عورت کو یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔ دیکھنے میں تو ایسا لگتا ہے کہ عورت کو کم دیا گیا ہے، لیکن حقیقت میں عورت کو نصف میراث دینے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے عورت کو کمانے کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ دوسروں کے ذمہ لگا دیا کہ وہ اس کی کفالت کریں۔

اسلام میں کوئی عورت ایسی نہیں جس کا کوئی نہ کوئی کفیل نہ ہو۔

مغرب کی ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے جب تک مغربی معاشرے میں عورت جوان اور حسین ہوتی ہے تب اس کی "قدر و قیمت" ہوتی ہے۔ جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اس کی حیثیت عضو معطل کی سی ہو جاتی ہے۔ اس کا ٹھکانہ "اولڈ ہاؤسز" ہوتا ہے" اولڈ ہاؤسز" کے رہائشی اپنے پیاروں کی ملاقات کے شدت سے منتظر رہتے ہیں لیکن یہ انتظار کی یہ آس انکھوں میں سجاتے قبر میں اتر جاتے ہیں، جبکہ اسلام نے عورت کی کفالت کا ذمہ لے کر اس کو بے فکر کر دیا ہے۔ عورت کا صرف ایک کفیل نہیں بلکہ باپ، بھائی، بیٹا اور شوہر کی صورت میں بہت سارے کفیل بنا دیے تاکہ اس کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کسب معاش کے لیے انسانوں کے جنگل میں خود نہ نکلنا پڑے۔

نصف حصہ اس کو محض اس کی ذاتی ضروریات کے لیے مل جاتا ہے جو کافی ہوتا ہے جبکہ مرد کو دگنا حصہ دراصل دوسروں کے لئے دیا جاتا ہے۔

عورت کو طلاق کا حق کیوں نہیں ہے؟ یہ بات طے ہے کہ خواتین طبعی طور پر جذباتی ہوتی ہیں۔ اگر اس نازک رشتے کو عورت کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو رشتے بہت جلد ٹوٹنے لگ جائیں۔ شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد فریقین آپس میں جدائی اختیار کر لیں جس سے معاشرے میں بدترین بگاڑ پیدا ہو جائے۔ اس کے علاوہ اگر عورت جدا ہونا ہی چاہتی ہے تو شریعت نے طلاق کا متبادل "خلع" کا اختیار دیا ہے، لہٰذا وہ اس شق

کو استعمال کرکے جدا ہو سکتی ہے۔ پھر عورت کو طلاق کا حق مل بھی سکتا ہے۔ مرد کو اجازت ہے کہ وہ طلاق کا حق عورت کو تفویض کردے، چنانچہ جن کو اس پر تکلیف ہے وہ اپنی خواتین کو یہ حق دے دیں۔

عورت کو ایک نکاح سے زیادہ کی اجازت کیوں نہیں؟ اس میں سب سے بڑا فساد یہ ہے کہ اس طرح نسب ثابت کرنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا اور اخلاقیات کا جنازہ نکل جائے گا۔ ایک عورت کے کئی حصہ داروں میں وہ خونریز جنگ چھڑ جائے گی کہ الامان والحفیظ۔ عورت کو ایک وقت میں ایک سے زیادہ نکاح کا اختیار تو عیسائیت، یہودیت تک میں بھی حاصل نہیں ہے۔ جبکہ اسلام نے نسب کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

کسی آدمی کا نسب مشکوک ہو جانا اس کے لئے عمر بھر شرمندگی کا باعث بن جاتا ہے۔ پھر اس کی آنے والی ساری نسلوں میں یہ پریشانی رہے گی۔ اس کے لیے اسلام نے عورت کو زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے میں تو پوری نسل کی تباہی کا خطرہ ہے۔ لہٰذا اللہ نے رشتے متعین کر دیے کہ فلاں فلاں رشتے حلال ہیں اور فلاں فلاں رشتے حرام ہیں۔ کن سے جسمانی تعلق قائم کرنے کی اجازت ہے اور کن سے ممانعت ہے۔

سب سے بڑی بات یہ کہ عورت کا جو فرض منصبی ہے وہ نیک، صالح اولاد معاشرہ کو مہیا کرنا ہے۔ اولاد کی تربیت کا نہایت اہم فریضہ ادا کرنا ہے۔ بچپن سے لے کر جوانی تک اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں لگا رہنا ہے۔ وہ نظام جس میں مسلمان مردوں اور عورتوں کی عصمت محفوظ ہے وہ اسلام کا نظام ہی ہے۔ اس کے علاوہ سب سراب ہے۔ آنکھوں کا دھوکہ ہے۔

مغربی تہذیب یہ ہے کہ عورتوں سے زیادہ سے زیادہ جنسی تسکین حاصل کی جائے اور کوئی ذمہ داری بھی نہ آئے۔ اس لیے وہ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ باہر نکال رہے ہیں۔ اس کے لئے وہ عورتوں کے لیے مغرب نے سب سے زیادہ توجہ بے حیائی، بے پردگی اور فحاشی وعریانی پر دی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بے پردگی کے بے شمار نقصانات ہیں۔

گھر تباہ ہو جاتا ہے۔ اس گھر میں سکون نہیں رہتا۔ میاں بیوی میں ہم آہنگی نہیں رہتی۔ دونوں میں بداعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ اولاد تباہ اور آوارہ ہو جاتی ہے۔ ان کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ انہیں والدین کی توجہ

اور شفقت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ انسان کی تربیت میں سب سے بڑا حصہ محبت کا ہوتا ہے اور اس گھر میں محبت نہیں رہتی۔

عصمت برباد ہونے سے انسان کا انتہائی قیمتی زیور لٹ جاتا ہے اور آپس کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ عصمت انسانی تعلقات کی بنیاد ہوتی ہے۔ جب یہ ٹوٹ جائے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔

"خاندان" معاشرے کا بنیادی یونٹ ہے۔ لہٰذا جب خاندان برباد ہوا تو پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ انسان ہر لمحے سکون کا متلاشی ہے۔ دنیا میں ہر انسان خواہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہے، وہ سکون کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس ماحول میں جہاں رشتہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں وہاں صرف شہوت پوری کرنا "رشتہ داری" ہوتی ہے۔ امریکی و یورپی معاشرے میں ہر جگہ خواتین اور بچیاں مردوں کی ہوس اور درندگی کا نشانہ بنتی رہتی ہیں۔ یہ دراصل حیوانوں کا معاشرہ کہلوانے کا مستحق ہے۔

نفسانیت

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشا دکھاتا رہا۔ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے، کہ ہم نے کبھی دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے۔ اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں۔ ہمارے چراغ گل ہو گئے ہیں اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے۔ اسپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور اس کا چراغ گل کر دیا۔ اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا، جو عرصہ سے چل رہے تھے، یمنی اور حجازی، ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہو گیا۔ برصغیر میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

تعلیم وتربیت

ہمارا روحانی نظام

مولانا لقمان احمد

تحریکوں اور اداروں کی بقاء، عمارت اور آبادی پر موقوف نہیں بلکہ اس کی بقاء رجال العصر پر موقوف ہے۔ اگر تاریخ وسیرت کے اوراق کو ٹٹولا جائے تو جس تحریک اور کامیاب ادارے پر آپ کی نظر پڑے گی وہ کامیاب ترین، تربیت شدہ افراد اور رجال کار کی کاروائیوں کا ثمرہ ہو گا۔

نبی ﷺ نے 10 سال میں رجال کار پر محنت کی اور اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذوالنورینؓ، علیؓ المرتضیٰ اور اسی طرح ہزاروں رجال کار تیار کیے جنہوں نے دنیا ہی بدل ڈالی۔ برصغیر میں مجدد الف ثانیؒ نے مجددی سیاست کے ذریعہ خاص لوگوں پر اپنی نگاہ مرکوز رکھی اور ان کی تربیت میں لگے رہے، جس کے نتیجے میں برصغیر پاک وہند کا نقشہ بدلا۔ عالم عرب میں احیائے اسلام کے لیے اخوان المسلمین کی تحریک کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو ان میں بھی روحانی تربیت کا پہلو غالب نظر آتا ہے۔ دار العلوم دیوبند کے اکابرین نے بھی ایسے رجال کار کی فیکٹری لگائی جس میں مختلف النوع صلاحیتوں کے حامل لوگوں نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہر میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ الغرض دینی میدان میں کام کرنے کے لیے تربیت اور تعلق مع اللہ کا ہونا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

ہماری جامعہ تبلیغ القرآن بھی اس تسلسل کی ایک کڑی ہے۔ اور دین اسلام کی خدمت کے لیے شب وروز کوشاں ہے۔ جامعہ کی سربراہان اسلاف کے پیروی کرتے ہوئے اسی طرح رجال کار کی روحانی تربیت اور تعلق مع اللہ کے لیے مختلف طریقوں سے ان کی آبیاری کر رہے ہیں۔

کیوں کہ ایک ادارے اور تحریکی کارکن کے لیے وقت اور زمانے کے حالات سے لڑنے اور سامنا کرنے کے لیے روحانی طور پر تیار ہونا نہایت ضروری اور اہم ہے۔ اس کے بغیر دعوت دین اور اقامت دین

کے لیے تک ودو کرنا بے ثمر اور بے اثر ثابت ہو گا۔ اسی روحانی تربیت کے لیے جامعہ کے سربراہان نے روحانی تربیت کے لیے چند اعمال رکھے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شب مذاکرہ (رات کی عبادت، مراقبہ و مذاکرہ)

☆ جامعہ کے تمام افراد جو بطور انتظامیہ (منتظمہ) اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ وہ ماہانہ بنیاد پر ایک رات جامعہ میں گزارتے ہیں جن میں جامعہ کے رئیس حضرت مفتی صاحب ان کی تربیت اور روحانی اصلاح فرماتے ہیں۔

☆ اسی طرح درس نظامی کے طلبہ کے لیے بھی شب مذاکرہ کا اہتمام ہوتا ہے اور ان کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

نفلی روزہ: ☆ مردانہ منتظمہ میں 30 افراد کا مہینے بھر کا روزہ اس ترتیب سے ہوتا ہے کہ اس میں وہ متعین فرد روزہ کے ساتھ ساتھ اپنے اسی تاریخ کے مطابق نمبر کا پارہ بھی تلاوت کرتا ہے اور صدقہ بھی دیتا ہے۔

☆ اسی طرح بنات میں 60 مخصوص دن خواتین ماہانہ بنیاد پر روزہ رکھتی ہیں اور اپنے مقررہ دن کا پارہ اور صدقہ بھی ادا کرتی ہیں۔

مسنون روزے: طلباء و طالبات بروز پیر، جمعرات اور ایام بیض کے روزوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

نوافل: روزانہ کی ترتیب پر تمام افراد پر نوافل رکھے جاتے ہیں خاص طور پر تہجد اور دعا کے لیے روزانہ افراد کا تعین کیا جاتا ہے۔

ختم القرآن: جامعہ مین بنین و بنات ماہانہ ختم القرآن ختم یٰسین شریف اور اجتماعی دعا کا اہتمام کرتے ہیں۔

تہجد و تلاوت و ذکر: جامعہ کے طلبہ کو لازمی طور پر صبح نماز سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھایا جاتا ہے اور ان میں تہجد، ذکر اور تلاوت کا اہتمام کروایا جاتا ہے۔

ہفت روزہ اصلاحی بیان: ہفتہ وار معمول کے مطابق جامعہ کے رئیس حضرت مفتی محمد ایاز صاحب طلبہ و طالبات کے لیے ہفتہ وار اصلاحی بیان کا اہتمام کرتے ہیں۔

منتخب مسنون دعائیں: حضرت مفتی صاحب نے مسنون دعاؤں پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا ہوا ہے۔ تمام ساتھی روزانہ ان دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں۔

روزانہ تلاوت و ذکر و اذکار: جامعہ کے تمام افراد پر روزانہ آدھا پارہ تلاوت، پندرہ مرتبہ درود شریف، پندرہ مرتبہ استغفار اور پندرہ مرتبہ تیسرے کلمے کا ذکر لازم کیا گیا ہے۔

الغرض یہ کہ جامعہ میں فکری، اخلاقی، تعلیمی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی اور اصلاحی تربیت پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔

اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کی خدمت صرف خدمت کی حد تک نہ ہو بلکہ ایک بااثر دواء کی طرح کار آمد ہو، اور دعوت دین اور اقامت دین کے لئے ایسے شہسوار پیدا ہوں جو حالات کے نبض پر ہاتھ رکھ کر اُس کی بروقت تشخیص کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جامعہ کے ساتھ یہ سفر تاحیات رہے اور یہ روحانی سلسلہ تا آخر ہماری زندگیوں کو پُر اثر اور کامیاب بنائے۔ آمین۔

معاشرت

"اسلامی معاشرہ" تعارف اور اہمیت

اسماعیل شاہ

جامعہ تبلیغ القرآن کی سطح پر سالانہ مضمون نگاری (تحریری) مقابلہ میں پہلی پوزیشن پر آنے والا مضمون جو درجہ خامسہ کے طالب العلم اسماعیل شاہ نے تحریر کیا ہے۔ مجلّہ میں حوصلہ افزائی کی خاطر ھدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

بنی نوع انسان کی تشکیل حیات کے بعد جو ضابطہ حیات خالق تعالیٰ نے وضع کیا ہے اس کو "وحی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی کی گزران وحی کے بغیر ادھوری اور ناممکن ہوگی اور تخلیق انسانی کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ انسانی زندگی کے سارے پہلو جس میں عقائد و نظریات سے لے کر سیاست و ریاست تک کے تمام تر امور اکمل طریقے سے "وحی" میں اس کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور یہ تشکیل حیات تک کے لیے ساری ضرورتوں اور حاجتوں کا پیمانہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔

تشکیل حیات کا تعلق بنیادی طور "معاشرے" سے ہوتا ہے کیونکہ انسانی زندگی کی گزران بنیادی طور پر ایک معاشرے میں ہوتی ہے اسی بابت میں معاشرے کی پہچان نہایت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں رہنے والے بنی نوع انسان میں عوام، خواص، علماء طلباء سیاسی حضرات، پیشہ ور لوگ، کاروباری وغیرہ ان تمام لوگوں کا اپنا اپنا کردار ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ اہم کردار جو کہ معاشرے کی لوگوں کے نظر سے اوجھل ہوچکا ہے۔ وہ ہے "معاشرے میں طلباء کا کردار" میں بنی نوع انسان کی تشکیل حیات کے بعد جو ضابط حیات خالق تعالیٰ نے وضع کیا ہے اس میں ایک اہم پہلو "معاشرے میں طلباء کا کردار" اس پر کچھ قدرے وضاحت کرونگا تاکہ معاشرے میں طلباء کے مقام کو لوگ پہچان کر ذمہ داری کو سرانجام دیں۔

جس سے معاشرے کو ایک احسن طریقے سے تکمیل تک پہنچائے۔

لغوی تعریف:۔ معاشرہ لغت میں کہتے ہیں۔ "باہم مل جل کے رہنا"[1]

[2]"المعشر :کل جماعة امرهم واحدنحومعشر المسلين والانس۔

"ہر وہ گروہ جس کا ایک منشاء ہو جیسے: مسلمانوں اور انسانوں کا معاشرہ اور جنات کا معاشرہ۔"

اصطلاحی تعریف

"معاشرہ معاشرت کے لفظ کی ایک صورت ہے جس کے معنی مل جل کر زندگی بسر کرنا معاشرہ کی اصطلاح اپنے مخصوص معنی رکھتی ہے۔ اسے وسیع اور محدود دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وسیع معنی میں تمام نسل انسانی کو معاشرہ یعنی سوسائٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور محدود معنی میں اس سے مراد وہ گروہ لیا جاتا ہے جو کچھ لوگوں یا خاندانوں پر مشتمل ہوتا ہے"۔

[3]مختلف ماہرین نے معاشرہ کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی ہے۔

ایف۔ ایچ گڈ نگز کہتا ہے:

"معاشرہ یا سماج ایک جیسے خیالات رکھنے والے افراد کا مجموعہ ہے۔ جو ہم خیالی کو پسند کریں اور اس بنا پر مشترکہ مفادات کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔"

اسپنسر کہتا ہے:

"معاشرہ افراد کی ایک تعداد کا اجتماعی نام ہے اور بس۔"

---

(۱) المنجد، عربی اردو۔ جو دارالاشاعت کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) لابی الحسین احمد بن فارس بن بن ذکریا جو "معجیم مقالیس اللغۃ" کی نام سے ہے اور لغۃ کی کتاب ہے جو داراحیاء التراث العربی سے شائع ہوئی ہے۔

(۳) اسلام کا عمرانی نظام، جو پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ کی کتاب ہے اور مکتبہ علم و عرفان پبلیشرز سے شائع ہوئی ہے۔

جان ایف سوبر کہتا ہے:

"یہ ایک ایسا (بہت بڑا) انسانی گروہ ہے جو کافی عرصہ سے اکٹھا رہا ہو حتیٰ کہ منظم ہو گیا ہو اور جس کے افراد اپنے آپ کو ایک وحدت میں منظم کریں۔"

رالف لنٹن کہتا ہے:

"معاشرہ لوگوں کا ایسا گروہ ہے جو کافی عرصہ تک اکٹھا رہا ہو اور زندگی گزارتا ہو۔ اس حد تک کہ اپنے آپ کو ایک وحدت میں منظم کر لیا ہو۔"

سمیر اور کیلر کے نزدیک "معاشرہ ایسے افراد کا مجموعہ ہے جو کہ اشتراک عمل کے ذریعے وسائل حیات کے حصول اور بقائے نسل کے لئے جدوجہد کرے۔"

میک لیور معاشرہ کو سماجی تعلقات کا وہ نظام قرار دیتا ہے جس میں اور جس کے ذریعے ہم زندگی گزارتے ہیں۔"

گمپلورز، معاشرہ کی تعریف میں کہتا ہے:۔

"ایک گروہ جو کہ چند ایک یا زیادہ مشترکہ مفادات پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔"

مزکورہ بالا تعریفوں کے پیش نظر ہم حسب ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

۱:۔ معاشرہ افراد کا ایسا مجموعہ ہے جو مشترکہ مفادات کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہے۔

۲:۔ معاشرہ کو معرض وجود میں آنے کے لیے ایک کافی عرصہ کی ضرورت ہے۔

۳:۔ ضروریات زندگی کو پورا کرنا معاشرے کا فرض ہے۔

۴:۔ معاشرہ میں مختلف قسم کے لوگ پائے جاتے ہے۔

۵:۔ معاشرہ باہمی تعاون اور تعلق کی مستقل بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔

۶:۔ ایک معاشرے کے لوگوں کی ثقافت مشترک ہوتی ہے۔

۷:۔ معاشرے کے سب ارکان اپنے آپ کو وحدت میں سمجھتے ہیں۔

معاشرت کا مطلب

"معاشرت کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی انسان تنہا نہیں رہتا اور نہ تنہا رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب وہ دنیا میں رہتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی سے واسطہ پڑتا ہے گھر والوں سے واسطہ دوستو سے واسطہ پڑوسیوں سے بازار والوں سے اور جس جگہ پر وہ کام کرتا ہے ہے وہ وہاں کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب دوسرے سے واسطہ پڑے تو ان کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا چاہئے؟ کیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ ایسے معاشرتی احکام کہا جاتا ہے یہ بھی دین کے پانچ بڑے شعبوں میں سے ایک بڑا شعبہ ہے لیکن ہماری نادانی اور بے عملی کی وجہ سے دین کا یہ شعبہ بالکل نظر انداز ہو کر رہ گیا ہے اور اس کو دین کا حصہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور اس کے بارے میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے جو احکام عطاء فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

معاشرہ کی اہمیت

"تمام مفکرین نے انسان کو "مدنی الطبع" کہا ہے جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے تمام حوائج اور ضروریات کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا اگر کوئی شخص دوسروں سے بے نیاز ہو کر الگ تھلک زندگی بسر کرنا چاہیے تو زندگی بسر نہیں کر سکتا انسان کو قدم قدم پر دوسروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ غذا ہر انسان کے لئے ضروری ہے اس کے حصول کے لئے کتنے لوگوں کی خدمات حاصل کرنا پڑتی ہیں۔ پہلے انسان اناج بوئے گا۔ اناج کے پکنے اور کاٹنے تک کئی انسانوں کی ضرورت پڑتی ہے جب اناج پک کر گھر آتا ہے تو آٹا بنانے کے لئے چکی کی ضرورت پڑتی ہے پھر ایک شخص اس کو گوندھے گا اور پکائے گا۔ تب جا کر انسان اپنی بھوک دور کر سکے گا اس طرح ستر کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے کپڑا زیب تن کرنے سے قبل کتنے مراحل میں گزرتا ہے۔ تب کپڑا تیار ہوتا ہے پھر ایک درزی کی ضرورت ہے غرض کہ کوئی انسان بغیر دوسروں کے سہارے زندگی بسر نہیں کر سکتا معاشرے کی ضرورت بچاؤ اور دفاع کے نقطہ نظر سے بھی ہے دفاعی ضرورت نے اسے مجبور کر دیا ہے کہ وہ مل جل کر زندگی بسر کرے قرآن مجید نے انسان کو دو حیثیتوں سے بیان کیا ہے۔ انفرادی حیثیت اور اجتماعی حیثیت انفرادی حیثیت کے لحاظ سے اس کی زندگی کا

ایک لائحہ عمل بتایا ہے اور اجتماعی زندگی کے لحاظ سے الگ ضابطہ دیا ہے۔ چونکہ انسان کی پرورش اور تربیت معاشرہ میں ہوتی ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عمرانی زندگی کو بہت اہمیت دی ہے انسان کی تخلیق کا مقصد بھی عمرانی زندگی کے علاوہ پورا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس آیت ۱۹)

اور (ابتداء میں) انسانوں کی ایک ہی امت تھی پھر الگ الگ ہو گئے۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ انسان شروع ہی سے گروہی زندگی کا عادی ہے اور گروہی زندگی میں ہی اس کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔

دوسری جگہ آتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات آیت ۱۳:۴۹) "اے لوگوں! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (ال عمران ۱۰۲:۳)

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور جدا نہ ہو جاؤ"

یہ تمام اہلیت ظاہر کرتی ہے کہ ایک انسان کی انفرادی حیثیت کے علاوہ معاشرتی حیثیت بھی ہے انسان کی معاشرت کو بہتر بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا ہے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی نبی کی بعثت کا ذکر آتا ہے۔ تو وہاں قوم یا امت کا لفظ آتا ہے۔ گویا نبی معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے مبعوث کیے گئے ارشاد الٰہی ہے۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس ۴۷:۱۰)

"ہر ایک امت میں ایک ڈرانے والا (پیغمبر) بھیجا گیا ہے"

دوسری جگہ آتا ہے:۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۲۴:۳۵)

"میں ڈرانے والا گزر چکا ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْاِسْلَامُ اَحْوَجُ اِلَى الْجَمَاعَةِ (کنوز الحقائق حرف الہمزہ)

"اسلام جماعتی نظام چاہتا ہے"۔

فرمایا:۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ (بیہقی کتاب الایمان)

"ساری مخلوق عیال اللہ ہے سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے"۔

فرمایا:۔ یَقُوْلُ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ رَحْمَتِیْ فَارْحَمُوْا خَلْقِیْ (کنوز الحقائق حرف الیاء)

"اللہ کہتا ہے اگر تم میری رحمت کی امید کرتے ہو۔ تو میری مخلوق پر رحم کرو۔

فرمایا:۔ لَایَحِلُّ لِثَلَاثَۃٍ یَکُوْنُ فِیْ الْفُلَاۃِ مِنَ الْاَرْضِ اِلَّا اُمِرُوْا عَلَیْھِمْ اَحَدُھُمْ

(مسند احمد مشکوۃ باب الامادۃ)

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا تین آدمی اگر چٹیل میدان میں موجود ہوں تو ان کے لئے بغیر اس بات کے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں زندگی گزارنا جائز نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔ لَااِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَۃٍ (جامع الابن البر ص ۶۲)

"اسلام بغیر جماعت کے نہیں"۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ "یعنی جماعتی زندگی پر ہی اللہ کی رحمت ہے"۔ یہ تمام آیات واحادیث اسلام کے عمرانی ومعاشرتی مزاج کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ اسلام جماعتی زندگی کو پسند کرتا ہے۔ دیبانیت کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔ لَارَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ "اسلام میں ترک اپنا ناجائز نہیں"۔

زندگی

جب انسان کو پتہ چل جاتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے تو یہ آدھی خرچ ہو چکی ہوتی؟

خراب کرنا

مالدار کو بخل، حاکم کو ظلم وطمع، جوان کو سستی عابد کو غرور اور سخی کو افسوس خراب کرادیتا ہے۔

اخبار واحوال

جامعہ وملحقہ اداروں اور شعبہ جات کی معمولات وسرگرمیاں

مولانا عابد علی

پندرہ روزہ اصلاحی بیانات برائے بنات:

- 18 نومبر: "نماز کی اہمیت" کے عنوان پر قاری محمد ایاز صاحب نے بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔
- یکم دسمبر: "اصلاح خواتین" کے عنوان پر مفتی محمد حسین صاحب نے بیان کیا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔

سیرت کانفرنس:

28 نومبر: سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مفتی صاحب نے ابتدائی بیان کیا۔ مہمان خصوصی شیخ التفسیر مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا مفصل بیان ہوا۔ ڈاکٹر حشمت علی صافی نے علامہ صاحب کو جامعہ کے تمام اداروں اور شعبہ جات کا تعارف کروایا اور تمام اداروں کا وزٹ کرایا۔

آڈٹ رپورٹ:

جامعہ کے معیار کو جانچنے اور مزید ترقی کے لیے کراچی کے ماہر کنسلٹ جناب عبد العزیز راجہ صاحب کو تین دن کے لیے مدعو کیا گیا جنہوں نے جامعہ کے پانچوں اداروں اور تمام 21 شعبہ جات کا عمیق انداز میں جائزہ لیا۔ راجہ صاحب کو ہمارا ادارہ کافی بہتر معلوم ہوا۔ مزید بہتر بنانے کے لیے اپنی تجاویز پیش کیں۔

جہری نمازوں میں ختم قرآن

18 دسمبر: جامع مسجد امیر معاویہ (جامعہ کی مسجد) میں چھ مہینوں سے جاری پنج وقتہ نمازوں میں قرآن کریم کا ختم مکمل ہوا۔ امامت کے فرائض قاری برہان الدین صاحب دیتے ہیں۔ مسجد ہذا میں نمازیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ ختم کے موقع پر حضرت مفتی صاحب نے خصوصی دعا فرمائی۔

مختلف سرگرمیاں

ختم قرآن میں شرکت:

5 نومبر: گل آباد بنات مدرسہ میں ختم قرآن کے پروگرام میں حضرت مفتی صاحب نے بیان کیا اور اختتامی دعا فرمائی۔

17 دسمبر: مولانا عابد علی کی دعوت پر جامعہ عائشہ للبنات مؤمن ٹاؤن میں ترجمۂ قرآن کے اختتامی پروگرام پر حضرت مفتی صاحب نے آخری سورتوں کا درس دے کر بیان کیا۔

ضلعی شوریٰ

اشاعت التوحید والسنہ کی ضلعی شوریٰ جامعہ میں ہوئی۔ شوریٰ کے موقع پر رئیس جامعہ جناب حضرت مفتی صاحب نے شرکاء سے خصوصی بیان کیا۔ شوریٰ میں تنظیمی ساتھیوں کے کثیر تعداد نے شرکت کی۔ شوری میں مرکزی سالانہ اجتماع کے بارے میں تاثرات لیے گئے۔

دعوتِ ولیمہ میں شرکت:

10 نومبر: جامعہ کے تخصص فی الفقہ والافتاء کے شریک مولوی عبدالرازق کے دعوت ولیمہ پر مفتی صاحب تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ناظم شمس الحق اور وزیر بھائی رفیق سفر تھے۔

مدرسہ وزٹ:

19 نومبر: افغان کالونی مجاہد مدرسہ میں مفتی صاحب امیر صاحب شمس الحق اور وزیر بھائی گئے۔

سیرت کانفرنس میں شرکت:

26 نومبر: حضرت مفتی صاحب، اسلام گل، خیر البشر اور ذیشان جان جامعہ کے سابق طالب علم مولوی ذوالقرنین کی دعوت پر لنڈی کوتل سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے۔ مفتی صاحب نے کانفرنس سے سیرت کے حوالے سے تفصیلی خطاب کیا۔

پولیس سیمینار:

15 دسمبر: پولیس ٹریننگ کالج ہنگو کے ڈپٹی کمانڈنٹ جناب نصب جان صاحب کی دعوت پر حضرت مفتی صاحب پولیس کالج میں سیمینار کے لیے گئے جہاں پر تقریبًا تین ہزار نفری زیر تربیت کو مفتی صاحب نے خطاب کیااور ''پولیس تاریخ، اہمیت اور ذمہ داریاں'' کے عنوان پر تفصیلی بیان فرمایا۔

مدرسہ تعمیر کی افتتاح میں شرکت:

7 دسمبر: مولانا مجاہد مسجد ومدرسہ کی تعمیر کا افتتاح ہوا جس میں مفتی صاحب نے خصوصی دعا فرمائی اس موقع پر مولانا حشمت علی صافی صاحب، حاجی عنایت صاحب، حاجی ہدایت، حاجی ملک صابر اور دیگر معززان علاقہ موجود تھے۔

جامعہ میں مہمانوں کی آمد:

16 نومبر: مولانا ظفر صاحب، مفتی طلا صاحب اور سلیم خان کے ساتھی حضرت مفتی صاحب سے ملاقات اور جامعہ وزٹ کے لیے تشریف لائے تھے۔

21 نومبر: مولانا مفتی کمال الدین مستر شد کراچی والے اور صوت الاسلام کے ذمہ دار مولانا لیاقت صاحب جامعہ تشریف لائے تھے۔حضرت مفتی صاحب نے ان کو جامعہ کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلاً آگاہ کیااور جامعہ کے تمام اداروں اور شعبوں کا وزٹ کرایا۔

23 نومبر: مولانا عبدالحمید بن شیخ غلام اللہ اور ان کے ساتھی جامعہ تشریف لائے تھے۔

24 نومبر: پلوسی کے تنظیمی ساتھی اور مولانا اکبر حسین اورکزئی قطر والے حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

25 نومبر: سالانہ دستکاری نمائش: حاجی ہدایت اللہ صاحب اور ڈاکٹر اباسین یوسف زئی صاحب جامعہ تشریف لائے تھے ان کو جامعہ کا وزٹ کرایا گیااور تمام اداروں اور شعبہ جات کے متعلق بریفنگ دی گئی۔

28 نومبر: ڈپٹی کمانڈنٹ پولیس میاں نصیب جان صاحب جامعہ میں تشریف لائے تھے اور حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی۔

12 دسمبر: مفتی منور شاہ اور مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب جامعہ تشریف لائے تھے۔

درس نظامی

درس نظامی اساتذہ میٹنگ:

5 نومبر: درس نظامی کے اساتذہ کا چار ماہی امتحان اور یوم والدین و تقسیم انعامات پروگرام کے حوالے سے میٹنگ ہوئی جس میں امتحانی امور اور یوم سرپرستان پروگرام کے متعلق اہم امور پر گفت و شنید ہوئی اور پروگرام ترتیب دیا گیا۔

لیکچرر "پرچہ کیسے حل کریں":

12 نومبر: طلباء طالبات کو امتحانی تیاری کے لئے دو دن امتحانی تربیتی کلاسز کا انعقاد کیا گیا جس میں لیکچر ناظم تعلیمات مولانا جعفر خان نے دیا۔ طلبہ کو امتحان کی تیاری سے لے کر پرچہ حل کرنے تک کے تمام مراحل سے آگاہی سمیت طریقہ کار بتایا گیا۔

مضمون نگاری لیکچر اور مقابلہ:

16 نومبر: طلبہ وطالبات کو سالانہ مضمون نگاری "تحریر مقابلہ" کے بغرض "مضمون کیسے لکھیں" موضوع پر لیکچر کا انعقاد کیا جس کے فرائض درس نظامی کے ناظم عمومی مولانا لقمان احمد نے انجام دیئے۔

مضمون نگاری مقابلہ:

3 دسمبر کو طلبہ وطالبات میں تحریر ذوق کو ابھارنے کے لئے مضمون نگاری کے مقابلے کا انعقاد کیا گیا۔ اور ممتاز صاحب قلم طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اور تحریری مقابلہ میں ممتاز آنے والے مضمون کو "مجلّہ ازہار تبلیغ القرآن" کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

چار ماہی امتحان:

18 نومبر: طلبہ ء طالبات کے تعلیمی معیار کو جانچنے کے لئے حسب معمول ایک ہفتہ پر مشتمل امتحان کا انعقاد کیا گیا۔ امتحان کے بعد ایک ہفتہ چھٹیاں دی گیئں۔

آڈٹ رپورٹ:

30 نومبر کے دن جناب عبد العزیز راجہ صاحب کو درس نظامی کے حوالے سے مکمل آڈٹ رپورٹ پیش کی۔ راجہ صاحب درس نظامی کے نظام و نصاب سے کافی مطمئن رہے خصوصاً درس نظامی سافٹ ویئر سے کافی خوش ہوئے اور مزید ترقی کے لیے مفید مشورے دیے۔

بزم ادب:۔

یکم دسمبر: طلبہ وطالبات کا اجتماعی بزم ادب کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ طالبات نے تلاوت، نعت، نظم اور تقریر میں اپنے صلاحیتوں کا ظہار کیا اور ممتاز طلبہ وطالبات کو یوم سرپرستان میں نعت، نظم اور تقاریر پیش کرنے کے لیے منتخب کیا گیا۔

تخصص کلاس امتحان:

7 دسمبر: تخصص فی الفقہ کلاس کا پہلا چار ماہی مکمل ہونے پر امتحان لیا گیا اور نتیجہ بھی تیار کیا گیا۔

یوم سرپرستان و تقسیم انعامات:

10 دسمبر: عوامی ربط، طلبہ وطالبات کی تعلیمی کارکردگی سے والدین کو باخبر رکھنے اور جامعہ سے اُن کا ربط پیدا کرنے کی غرض سے حسب سابق یوم سرپرستان کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ وطالبات کے والدین سے ملاقات ہوئی اور پروگرام میں طلبہ نے تقاریر، مکالمے، نظم و نعت سے پروگرام کو چار چاند لگائے۔ نیز چار ماہی امتحان اور تحریری مقابلہ میں کامیاب طلبہ وطالبات میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ آخر میں تمام شرکاء کو ظہرانہ دیا گیا۔

ٹیلرنگ کورس برائے طلبہ:

18 دسمبر: جامعہ کے درس نظامی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ طلبہ کو تعلیم کے ساتھ فنی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ طلبہ معاش کے بارے میں بھی خود کفیل ہوں۔ اس مقصد کے پیش نظر جامعہ میں ٹیلرنگ کورس شروع ہو چکا ہے جس میں طلبہ کو سلائی سکھائی جاتی ہے۔

فاضلہ دینیات سیکنڈ سمسٹر امتحان:

ڈھائی سالہ خواتین عالمہ کورس کے دوسرے سمسٹر کے مکمل ہونے پر امتحان ہوا اور ممتاز طالبات کو یوم سرپرستان انعامات سے نوازا گیا۔

یوم سرپرستان برائے فاضلہ دینیات:

عوامی ربط، طلبہ وطالبات کی تعلیمی کارکردگی سے والدین کو باخبر رکھنے اور جامعہ سے اُن کا ربط پیدا کرنے کی غرض سے حسبِ سابق یومِ سرپرستان کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ وطالبات کے والدین سے ملاقات ہوئی اور پروگرام میں ممتاز طالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔

طلبہ تفریحی ٹور

21 دسمبر: حسب سابق ہم نصابی سرگرمیوں کے سلسلے میں طلبہ واساتذہ کو ٹھنڈیالی (ایبٹ آباد) لے جایا گیا جہاں انہوں نے سیر و تفریح کی۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

آداب سیریز:۔

ماہ اکتوبر میں مدارس ومکاتب کے بچوں کے لئے مختصر آداب سیریز کی چھپائی کی گئی۔ جس کا بنیادی مقصد بچوں میں تربیت کو فروغ دینا ہے۔ آداب سیریز کو مکاتیب اور مدارس کو بھجوایا گیا اور عملی پڑھانے کی تاکید کی گئی۔

دورہ جات:

اسی مہینے میں تمام مکاتب بنین وبنات کے دورے ہوئے۔ تمام مدارس ومکاتب کے تعلیمی وانتظامی امور کی جانچ پڑتال کی گئی۔

ندائے اطفال:

ماہ دسمبر میں بچوں کے لئے تعلیمی، فکری اور ادارتی تربیت پر مشتمل ندائے اطفال کا اجراء کیا گیا۔ سوسائٹی کے نگران مولانا لقمان اور جامعہ ھذا کے شعبہ اطفال کی تمام کلاسز کا جائزہ لیتے ہوئے درپیش مسائل و کمی کو نوٹ کرکے، متعلقہ اساتذہ اور ناظمین کو حل کے لیے تجاویز دی گئیں۔

اسلامک ریسرچ لائبریری

- ماہ نومبر و دسمبر میں اسلامک ریسرچ لائبریری میں عوام کے لیے پبلک لائبریری کے نام سے ایک گوشہ بنایا گیا جس میں عوام کی دلچسپی کی کتابیں اسلامی ناولز اور سکولز وکالجز کے سٹوڈنٹس کے لئے گائیڈز رکھی گئی ہیں۔ تاکہ عوام اس سے استفادہ کرتے رہے۔
- عام وخواص میں مطالعہ اور لائبریری کا شوق بڑھانے کے لئے جامعہ کی ذیلی شاخوں میں کلاسز کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس ضمن میں لائبریری انچارج مفتی محمد محسین نے مدرسہ دار ارقم حسین ٹاؤن میں طلبہ کے ساتھ نومبر میں ایک نشست کی گئی۔

تنظیمی سرگرمیاں

دوماہی ناظمین اجلاس:۔

11 نومبر: بعد نماز مغرب مرکزی تنظیم کی جانب سے تمام یونٹس کے ناظمین کا "دوماہی ناظمین اجلاس" منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی تنظیم کی جانب سے تمام یونٹس سے گزشتہ سال کی کارکردگی رپورٹ طلب کی جبکہ سال 2017ء کے لئے ہر یونٹ کو اپنا متعلقہ لائحہ عمل دیا گیا۔

ہنگامی اجلاس:

سیرت النبیؐ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا گیا جسمیں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے دعوتی مہم کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

علاقائی تنظیمی کنونشز:

حسب سابق یونٹس میں تنظیمی کارکردگی بہتر بنانے اور اراکین کی فکری تربیت کے لئے مختلف یونٹس میں مختلف اوقات میں سالانہ علاقائی تنظیمی کنونشز منعقد کئے گئے۔ جسمیں رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب وامیر اعلیٰ ڈاکٹر حشمت علی صاحب نے خصوصی خطابات کیے۔

شعبہ دعوت سیمینار:

4 نومبر: رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے شعبہ دعوت کے ساتھیوں کے ساتھ "دعوت سیمینار کلاس" میں دعوت کی اہمیت اور نبی علیہ السلام اسلوب دعوت پر مفصل بیان کیا۔

خادم ویلفئیر سوسائٹی

خادم دستکاری نمائش:

26 نومبر: خادم ویلفئیر سوسائٹی کے زیر اہتمام چوتھی سالانہ دستکاری نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ ووکیشنل سنٹر کی طالبات اور سلائی کڑھای کی ماہر خواتین کی کارکردگی اور فن پاروں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ نمائش میں جامعہ تبلیغ القرآن للبنات اور العلم سکول کی مختلف شعبہ جات طالبات، اساتذہ اور دیگر تنظیمی خواتین نے بھی اپنی مہارت کے جوہر دکھائے۔ نمائش کا اہتمام العلم ایجوکیشن سسٹم کی نئی سائٹ یوسف آباد دلہ زاک روڈ پشاور میں کیا گیا۔ جس میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں اور علاقے کی تقریبًا 1300 خواتین نے شرکت کی۔ خادم ووکیشنل سنٹر سے غریب اور نادار طالبات کو فنی تعلیم و تربیت فراہم کی جاتی ہے۔ اور اب تک سیکڑوں کی تعداد میں طالبات سلائی و دیگر دستکاری کے فنون کی تربیت اور سرکاری ادارہ skills development council سے سرٹیفیکیٹ حاصل کر چکی ہیں۔

خادم انتظامیہ (Admin) ٹیم کی میٹنگز:

ماہ دسمبر میں خادم انتظامیہ کی میٹنگز ہوئیں جس میں 2017 کے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور سال 2018 کے لیے لائحہ عمل اور پروگرامات کی لسٹ فائنل کی گئی اور 6 ممبران کو نئے عہدے دیے گئے تاکہ خادم ویلفئیر سوسائٹی کے کاموں کو احسن طریقے سے نبھایا جاسکے۔

قریشیہ کلاس:

خادم ووکیشنل سنٹر میں نومبر میں قریشیہ کی کلاس شروع کی گئی جس میں تقریباً 20 طالبات نے داخلہ لیا۔ ان کو مختلف فراک، بے بی سوٹ وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔

شعبہ تنظیم وترقی انسانی وسائل (ایچ آر)

(1) ماہ نومبر میں تمام اداروں اور شعبوں کے لیے ایک مستقل SOPS بنانے کا منصوبہ طے پایا۔ SOPS کی تیاری میں چھ مراحل طے ہوئے۔

پہلے مرحلے میں ایک ٹیم بنائی گی جس میں چار افراد مقرر ہوئے۔

(1) جناب یوسف ظفر صاحب

(2) جناب حارث صاحب

(3) مولانا مجاہد خان

(4) مولانا عابد علی

اور ادارے و شعبہ جات کو ان پر تقسیم کیا گیا، ہر فرد کے ذمہ مختلف شعبہ جات وادارے کے لیے خاکہ بنانے کا کام حوالہ کیا گیا۔

دوسرے مرحلے میں جناب یوسف ظفر صاحب نے SOPS کا خاکہ بنایا جس میں ادارہ و شعبہ کے متعلق مناسب اور معیاری مواد جمع کرنا تھا۔

تیسرے مرحلے میں اداروں اور شعبہ جات سے اعداد و شمار اکھٹے کرنے کے لیے انٹرویو کا اہتمام کیا گیا۔۔ یہ کام دو مراحل پر مشتمل تھا:

1) سوالنامہ تیار کیا اور مطلوبہ معلومات جمع کیں۔

2) سوالنامہ کے جوابات میں جو غلطیاں اور خامیاں تھی ان کی نشاندہی کی گئی ان کے حل کے لیے بالمشافہ انٹرویوز کیے۔

چوتھے مرحلے میں ڈاکومنٹشن fact sheet تیار کی گئی۔ سفارشات اور تجاویز اور Authentication اس میں جمع کی گئیں۔ پھر مذکورہ کمیٹی نے اس پر نظر ثانی کی اور اپنی سفارشات درج کیں۔

پانچویں مرحلے میں کراچی کے ایک ماہر ''عبدالعزیز راجہ'' صاحب کو مدعو کیا گیا تھا جنہوں نے تمام اداروں اور شعبہ جات کا آڈٹ کیا۔

چھٹے مرحلے میں اس دستور کے مطابق 2018 کا لائحہ عمل بنایا گیا اور ان کا نفاذ یقینی بنایا گیا۔

(2) شعبہ ایچ آر کی طرف سے ''دین کا کام، تقاضے اور۔۔۔۔۔'' کے عنوان پر لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں جناب عبدالعزیز راجہ صاحب نے جدید دور کے تقاضوں اور ان کو پورا کرنے کے طریقہ کار پر تفصیلی گفتگو کی۔

(3) ماہ دسمبر میں شعبہ ایچ آر کی طرف سے تمام اداروں کو ایک پروفارمہ دیا گیا جس میں ہر ادارے اور شعبہ کے ذمہ دار رواں سال کی سالانہ رپورٹ اور آئندہ سال کے لیے لائحہ عمل کے لیے تجاویز درج کریں گے۔ اس کی روشنی میں آئندہ سال کا لائحہ عمل بنایا جائے گا۔

(4) شعبہ ایچ آر کی طرف سے وقتاً فوقتاً میٹنگز ہوتی ہیں جس میں شعبہ ایچ آر کے ڈائریکٹر جناب یوسف ظفر صاحب شعبہ کے اراکین (مولانا مجاہد خان، مولانا عابد علی اور جناب حارث بھائی) کے ساتھ تمام اداروں اور شعبہ جات کی ترقی کے لیے میٹنگ بلاتے ہیں جس میں اہم فیصلے اور تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

العلم سکول

- نومبر میں (oxford university press) کی جانب سے (Curricolum& SLO) پر ٹریننگ سیشن میں جناب یوسف ظفر صاحب اور جناب شکیل صاحب نے شرکت کی۔
- 9 نومبر اقبال ڈے کے حوالے سے بزم ادب کا انعقاد کیا گیا۔
- Website کو نئے انداز سے پیش کرنے کے لیے آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کے انچارج جناب حضرت بلال صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔
- آفاق کے زیر اہتمام (class room observation) ٹریننگ سیشن میں ڈائریکٹر صاحبان نے شرکت کی۔
- نومبر کے مہینے سے منتظم اساتذہ گروپ کو ہفتہ وار meeting Training دینی شروع کی گئی۔
- نئے کیمپس کی تعمیر کے سلسلے مین انجنیئر اسے مشاورت کی گئی اور عملی اقدامات اٹھائے گئے۔

- خادم ویلفیئر سوسائٹی کی سالانہ نمائش کے موقع پر العلم اکیڈیمیا کی بھرپور تشہیر کے لیے سٹال لگایا گیا اور پینا فلیکس کے ساتھ ساتھ زبانی بھی عوام کو العلم اکیڈیما کی تعلیمی صورتحال سے آگاہ کیا گیا۔
- یکم دسمبر کو العلم اکیڈیمیا کی طرف سے جناب شکیل احمد صاحب اور مفتی حسین صاحب (the education school) کی دعوت پر گدون صوابی تشریف لے گئے وہاں پر اساتذہ اور انتظامیہ سے تعلیمی امور پر بات چیت کی گئی۔
- عبد العزیز راجہ صاحب (Mangement Consoltant) کے دورے کے موقع پر العلم اکیڈیمیا نے سکول کی تفصیلی بریفنگ پیش کی اور (AES) کے ذیل میں نئے پروجیکٹ شروع کرنے پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ عبد العزیز راجہ صاحب نے سکول کے بارے میں تفصیلی مشاورت دینے پر آمادگی ظاہر کی۔
- فائنل ٹرم کی کاپیوں کا مواد (R & D) سے چیک کروایا گیا تاکہ طلباء کو معیاری تعلیم دی جاسکے۔
- سالانہ لائحہ عمل پر دسمبر کے دوسرے مہینے میٹنگ کی گئی اور حاصلات اور توقعات کی فہرستیں مرتب کرکے (HR) کے حوالے کی گئیں۔
- العلم اکیڈیمیا اور العلم ایجوکیشن سسٹم کے لیے الگ الگ ویب سائٹ بنائی گئیں اور دسمبر سے لانچ کردی گئیں۔
- دسمبر ٹیسٹ کے حوالے سے پرچہ جات اور انتظامات کو فائنل شکل دی گئی (exam &evaluation committee) کی طرف سے نئے پیٹرن اور نمبرات کی نئی تقسیم کے ساتھ پرچے بنوائے گئے۔

شعبہ اطفال

9 دسمبر: شعبہ اطفال کا پروقار بزم ادب ہوا جس میں 26 طلباء نے حصہ لیا۔ تلاوت، نظم و نعت او تقریر میں کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

15 دسمبر: شعبہ اطفال کا سیکنڈ ٹرم امتحان ہوا جس میں بچوں کے سبق کے معیار کو بہتر کرنے کی کوشش کی گئی۔